ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
اکتوبر 2018ء

دروسِ مثنوی

شریعت کو ظاہر و باطن پر نافذ کرنے کا نام تصوف ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

تحریک منہاج القرآن کا
38واں یومِ تاسیس مبارک

دینِ اسلام ایک مکمل
ضابطہ حیات ہے

اُستاد بچے کو آسمان پر اُڑنا سکھاتا ہے

(ٹیچرز ڈے پر خصوصی انٹرویو)

آج کے طلباء، مستقبل کے زعماء

MSM کے یومِ تاسیس پر خصوصی تحریر

جامعۃ الازہر کے الشیخ ڈاکٹر عبدالصمد محمد مھنا کا منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ دورہ

درگاہ اجمیر شریف کے گدی نشین صاحبزادہ خواجہ سید وارث حسین چشتی معینی کا منہاج القرآن کے سیکرٹریٹ کا دورہ اور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری سے ملاقات

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 25 شمارہ: 10 محرم ۱۴۴۰ھ - صفر / اکتوبر 2018ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نور اللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ اقبال، ڈاکٹر سعدیہ نصر اللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
افنان بابر، مسز رافعہ علی

رائٹرز فورم

مسز راضیہ نوید، آسیہ سیف
ہانیہ ملک، ہادیہ ثاقب، سمیعہ اسلام
مومنہ ملک، جویریہ سحرش

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام —— فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ	(غربت کا عالمی دن اور زرعی ملک پاکستان)		4
فکرِ شیخ الاسلام	”شریعت کو ظاہر و باطن پر نافذ کرنے کا نام تصوف ہے“	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
	آج کے طلباء مستقبل کے زعماء	ڈاکٹر ابوالحسن الازہری	9
	دینِ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے	راضیہ نوید	14
	تعلیم و تربیت میں اساتذہ کا کردار	جویریہ سحرش قاضی	16
	(آثارِ قلم) ذکرِ الٰہی اطمینانِ قلب کا ذریعہ	مرتبہ: ماریہ عروج	18
	(الہدایہ کارنر) سب سے پہلے نازل ہونے والی سورۃ بقرۃ کی فضیلت	اقراء مبین	20
راہِ نورِ شوق	ڈاکٹر تسنیم اختر کا خصوصی انٹرویو	پینل: ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ماریہ عروج	21
	منقبت کی شرعی حیثیت	سمعیہ اسلام	23
	Eagers Time	ہادیہ خان	25
	(فقہ النساء) تقویٰ بہترین لباس ہے	لبنیٰ مشتاق	27
گلدستہ	شک، سکون برباد کرنے والی بیماری ہے	مرتبہ: ادیبہ شہزادی	29
	(آپ کی صحت) موٹاپے سے نجات کیلیے تھوڑا اور سادہ غذا کھائیں	وشاء وحید	31

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر   مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر/چیک/ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ -/35 روپے
سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا. كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا. وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا. وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى. يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ. فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ.

(الفجر، ۸۹: ۲۰ تا ۲۷)

’’اور تم مال و دولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہو۔ یقیناً جب زمین پاش پاش کر کے ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور آپ کا رب جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے قطار در قطار (اس کے حضور) حاضر ہوں گے۔ اور اس دن دوزخ پیش کی جائے گی، اس دن انسان کو سمجھ آ جائے گی مگر (اب) اسے نصیحت کہاں (فائدہ مند) ہوگی۔ وہ کہے گا: اے کاش! میں نے اپنی (اس اصل) زندگی کے لیے (کچھ) آگے بھیج دیا ہوتا (جو آج میرے کام آتا)۔ سو اس دن نہ اس کے عذاب کی طرح کوئی عذاب دے سکے گا۔ اور نہ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑ سکے گا‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

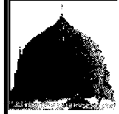

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَكْثِرُوْا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

’’حضرت ابودرداء رضی الله عنه روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجا کرو، یہ یوم مشہود (یعنی میری بارگاہ میں فرشتوں کی خصوصی حاضری کا دن) ہے، اس دن فرشتے (خصوصی طور پر کثرت سے میری بارگاہ میں) حاضر ہوتے ہیں، کوئی شخص جب بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے فارغ ہونے تک اس کا درود مجھے پیش کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی الله عنه کہتے ہیں میں نے عرض کیا: اور (یا رسول اللہ!) آپ کے وصال کے بعد (کیا ہوگا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں وصال کے بعد بھی (اسی طرح پیش کیا جائے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ عزوجل کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے۔‘‘

(المنہاج السوی، ص ۴۹۴)

خواب

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں؟

(کلیاتِ اقبال، ارمغانِ حجاز، ص:۱۱۱۶)

تعبیر

میں آپ کو مصروف عمل ہونے کی تاکید کرتا ہوں، کام کام اور بس کام سکون کی خاطر صبر، برداشت اور انکساری کے ساتھ اپنی قوم کی سچی خدمت کرتے جایئے۔

(آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس، 15 نومبر 1942ء)

تکمیل

جب کسی کے ساتھ اخوت وصحبت کا کام کیا جائے تو اللہ کے لیے ہو۔ صحبت، سنگت متقین اور پرہیزگاروں کی اختیار کی جائے اس فتنہ کے دور میں کوئی تنہا شخص اپنے دین و ایمان کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ ہر شخص کو نیک صحبت کی ضرورت ہے تاکہ اس کے دین کی حفاظت ہو۔ پس تحریک منہاج القرآن یا کسی بھی دینی جماعت کی وابستگی اختیار کرنی چاہیے تاکہ اس سے دین اور ایمان کی نشوونما کا سامان بھی ملے اور ایمان کی حفاظت کا اہتمام بھی ہو۔ تنہا رہنے میں نقصان ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص تنہا ہو تو شیطان اس کے زیادہ قریب ہوتا ہے اگر دو مل کر بیٹھیں گے تو شیطان کے لیے ورغلانا قدر مشکل ہے اگر تین ہوں گے تو شیطان کے لیے بہت ہی مشکل ہوجاتا ہے۔

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری: بعنوان صحبت و اخوت کے حقوق، ماہنامہ دختران اسلام جون 2018ء)

اداریہ

غربت کا عالمی دن اور زرعی ملک پاکستان

16 اکتوبر دنیا بھر میں خوراک اور 17 اکتوبر غربت کے عالمی دن کے طور پر منائے جاتے ہیں اس تناظر میں دیکھا جائے تو عالمی سطح پر بہت سے ممالک خوراک کی قلت اور غربت جیسے مسائل سے برسرپیکار ہیں خصوصا مشرق وسطیٰ اور ایشیا کے ممالک اس سلسلہ میں سرفہرست ہیں پاکستان 21 کروڑ افراد پر مشتمل آبادی کے لحاظ سے دنیا کا پانچواں ملک شمار کیا جاتا ہے۔ ایشیا میں پاکستان کو بالخصوص غذائی قلت کا سامنا ہے اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے غذائی ذخائر آبادی کے صرف 40 فیصد حصہ کی غذائی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں بقیہ 60فیصد آبادی غذائی قلت کا شکار ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں روزانہ سینکڑوں خواتین اور بچے اپنی جان سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔ پاکستان کا شمار دنیا کے ان 36 ممالک میں ہوتا ہے جو کہ خطرناک حد تک غذائی قلت کا سامنا کررہے ہیں علاوہ ازیں غیر معیاری غذا اور پانی کی بڑھتی ہوئی کمی روز بروز بیماریوں میں اضافہ کا باعث بھی بن رہی ہے۔تھرپارکر کی مثال اس غذائی خستہ حال کا منہ بولتا ثبوت ہے۔پاکستان کا70فیصدطبقہ زراعت پر انحصار کیے ہوئے ہے مگر حکومتوں کی ناقص پالیسیز اور کسان کے استحصال نے اس شعبہ کو برباد کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ زرعی ملک ہونے کے باوجود ہم ملک میں خوراک کی ضرورتپوری کرنے سے قاصر اور بہت سی زرعی اجناس پڑوسی ممالک سے برآمد کروانے پر مجبور ہیں

پاکستان کوخوراک کی کمی کے ساتھ اس وقت پانی کی شدید قلت کا مسئلہ بھی درپیش ہے۔ ماہرین معاشیات اور ماحولیات کے مطابق پاکستان کو روز بروز پانی کی کمی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ IMF کے مطابق خوراک کی قلت کیساتھ پانی کی قلت کا سامنا کرنے والے ممالک میں پاکستان کا تیسرا نمبر ہے اگر اس کمی کو پورا کرنے کے لیے مناسب اقدامات نہ اٹھائے گئے تو 2025 کا سورج اپنے ساتھ خشک سالی کا عذاب پاکستانی قوم پر مسلط کرسکتا ہے لہٰذا اس حوالے سے فوری پالیسیز ترتیب دینے کی ضرورت ہے ایسے میں میں ڈیمز فنڈ کا اقدام قابل تحسین ہے۔

پاکستان دن بدن معاشی بدحالی کی طرف بڑھ رہا ہے غربت اور مہنگائی کی شرح میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے ایسے میں موجودہ حکومت کا 100 دن میں عام آدمی کو ریلیف دینے کا ہدف پورا ہوتے نظرنہیں آرہا کیونکہ اشیائے خوردو نوش کی قیمتوں میں حالیہ خطرناک اضافہ غربت میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔ایسے میں ریاست مدینہ کو بطور رول ماڈل بنانے کا عزم تو خوش آئند دکھائی دیتا ہے مگر حقیقی تبدیلی تب رونما ہوگی جب حقیقتاً آئین ریاست مدینہ کے مطابق معاشی پالیسز وضع کی جائیں گی۔ اگر امراء سے محصولات، زکوٰۃ کے ذریعے پیسہ لے کر غرباء میں شفاف طریقے سے تقسیم کیا جائے تو خلافت عمرؓ کی طرح وہ وقت پاکستان میں بھی ضرور آسکتا ہے جب زکوٰۃ دینے والے تو بہت ہوں لینے والا کوئی نہ ہو۔ پاکستان کو اس معاشی بدحالی سے نکالنے کے لئے حکومت کو ذاتی مفادات بالائے طاق رکھ کر ملک کے وسیع تر مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے پالیسیز وضع کرنا ہوگیں پاکستان کو اس وقت معاشی، سیاسی اصلاحات کی شدید ضرورت ہے جو ہمارے ملکی تشخص کی بقاء کے لیے بھی ناگزیر ہے۔(ایڈیٹر دختران اسلام)

دروس مثنوی

شریعت کو ظاہر و باطن پر نافذ کرنے کا نام تصوف ہے

صوفی اچھے کردار و اخلاق سے بنتا ہے، نماز کے وقت

مولانا رومؒ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب — مرتبہ: نازیہ عبدالستار

شہر اعتکاف 2018ء میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مثنوی مولانا رومؒ پر انسان کی روحانی و اخلاقی تربیت کے لیے سلسلہ وار خطاب فرمائے۔ ان کی اہمیت کے پیش نظر مولانا رومؒ کا تعارف ماہ اگست کے شمارے میں شائع کیا گیا تھا اسی کی اگلی قسط ماہ اکتوبر کے شمارے میں شائع کی جارہی ہے۔

پہلی قسط میں مولانا روم کا تعارف بیان کیا گیا ہے کہ وہ علوم فقہ، مقولات، منقولات، مناظرہ اور مجادلہ میں مہارت تامہ رکھنے والے عالم تھے۔ دنیا کے بڑے بڑے علماء آپ سے فتویٰ لینے آتے تھے لیکن جب انہوں نے حضرت سلطان شمس تبریز کی صحبت اختیار کی تو قال کی دنیا سے نکل کر حال کی دنیا میں قدم رکھا تو حلقہ تدریس ختم کردیا۔ فتویٰ نویسی بند کردی اور حال کی دنیا میں ایسے داخل ہوئے کہ سلطان العارفین بنے آپ نے دنیا کو صاحب حال کرنے کے لیے مثنوی لکھی۔ اس مثنوی میں اس حال کا ذکر کرتے ہیں۔

اے طالب! بانسری سے سن کیا کہانی بیان کرتی ہے۔ یہاں بانسری سے مراد روح انسانی ہے۔ جب روح کو انسانی بدن میں ڈالا گیا تو اس کی کئی جدائیاں ہوئیں۔ اس کا تعلق عالم مالاکوت، عالم جبروت سے تھا جہاں کوئی کثافت نہ تھی لیکن اس مادی دنیا میں آگئی تو اپنی جدائیوں کی شکایت کرتی ہے اس روح کی بے تابی کی آواز سے مولانا روم نے مثنوی شروع کی۔ سال میں چار موسم آتے ہیں۔ سردیوں کا موسم جنوری اور فروری میں آتا ہے جو مارچ ختم ہوجاتا ہے پھر بہار کا موسم آجاتا ہے بہار کا موسم ختم ہوتا ہے تو گرمیوں کا موسم آتا ہے۔ گرمیوں کے بعد خزاں کا موسم آتا ہے۔

سوشیالوجی میں بھی یہی ہے اک سو سال کے عرصہ میں چار موسم گزرتے ہیں۔ صدی کے ایک سال کا موسم 25 برس کا ہوتا ہے۔ ایک بچہ 25 برس کی عمر میں جوان ہوتا ہے اس کی شادی ہوجاتی ہے۔ 25 برس بعد اس کا بیٹا پیدا ہوتا ہے۔ ہر 25 برس کے بعد ایک نئی نسل آتی ہے۔ جو 25 برس قبل کے حالات سے آگاہ نہیں ہوتی کہ اس وقت کے روحانی، اخلاقی حالات کیسے تھے؟ جن کی وجہ سے بہار تھی۔

پہلے لوگوں کے احوال کے حوالے سے ایک واقعہ ہے۔ ایک صوفی درویش تھے جو صحرا میں جارہے تھے وہی سے ایک غیر مسلم تاتاری گزر رہا تھا اس کا جی چاہا کہ میں اس درویش کو تنگ کروں، اس نے ایک سوال کیا اے درویش بتاؤ! تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے شکاری کتے کی دم۔ دراصل وہ ایسی باتیں کرکے اس کو غیرت دلانا چاہتا تھا کہ وہ جواب میں کہے گا کہ داڑھی سنت ہے تم اس کو کتے کی دم کے ساتھ ملا رہے ہو۔ وہ طیش میں آجائے گا اس طرح میں اس کو کوڑے ماروں گا۔ وہ درویش کیونکہ صوفی تھا اس نے کہا ہاں! اگر تو قیامت کے دن مولانا نے بخش دیا تو میری داڑھی اچھی ہے،

اگر بخشش نہ ہوئی تو تیرے کتے کی دم اچھی ہے اس ایک جملے سے اس کی کایا پلٹ گئی۔ اس نے درویش سے کہا چپکے سے نکل جاؤ۔ میرا من مسلمان ہوگیا ہے۔ اب مجھے ماحول تیار کر لینے دو، جب ماحول اسلام قبول کرنے کا تیار ہوجائے گا آجانا، سب کو کلمہ پڑھا دینا۔ اس زمانے میں ان اچھے لوگوں کی وجہ سے بہار تھی۔ ان اچھوں میں مولانا روم بھی تھے۔ مولانا روم کی پیدائش 604 میں ہوئی۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا وصال 507 ہجری میں ہوا حضور غوث الاعظم کے 44 برس بعد مولانا روم کی ولادت ہوئی۔ یہ وہ دور ہے جب چین سے لے کر عراق کے علاقوں تک تاتاری فتنہ اسلامی سلطنت کو برباد کر چکا تھا۔ اسلامی سلطنتوں کی شمعیں بجھتی جا رہی تھیں۔ اس دور میں ہی ترکی کے علاقے قونیہ، صحرائے کوچک اور وسطی علاقہ میں ہلاکوں اور چنگیز خان نے اپنے لشکر بھیج دیئے تھے۔ جب کوئی سلطنت موثر نہ رہی روئے زمین پر لوگوں کے دلوں میں ایمان کی شمعیں صوفیاء کرام کے ذریعے روشن تھیں۔ اسی دور میں خلافت عثمانیہ کی داغ بیل ڈالی گئی جو 1924ء کے بعد ٹوٹ گئی اس کا بانی اغطرو تھا۔ وہ اسلام کی نئی سلطنت قائم کرنے کے لیے تگ و دو کر رہا تھا۔

656 ہجری کے قریب تاتاری فتنہ بغداد آیا۔ 22 سے 24 لاکھ مسلمانوں کا قتل عام کیا جس کی وجہ سے دریائے دجلہ، ہفتوں تک اڑھائی ملین مسلمانوں کے خون سے سرخ ہو کر بہتا تھا۔ اغطرو سلمان شاہ کا بیٹا تھا۔ قونیہ سلجوقی سلطنت کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ سلطان علاؤالدین اس کا بادشاہ تھا۔ سلطان علاؤالدین کی بھتیجی حلیمہ سلطان کی شادی اغطرو سے ہوئی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ چھوٹے بیٹے کا نام عثمان تھا، اغطرو نے تاتاری اور صلیبی فتنے کے خلاف جنگیں لڑ کر سلطنت عثمانیہ کی بنیاد رکھی۔ اس نے اپنے بیٹے کا نام پر سلطنت کا نام سلطنت عثمانیہ رکھا جو 1304 عیسوی میں قائم اور 1924ء میں جا کر ختم ہوگئی۔ اغطرو کی وفات 680 میں ہوئی وہ زمانہ شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کا ہے ان کا وصال 640 میں ہوا۔

اغطرو شیخ اکبر محی الدین ابن العربی سے قدم قدم پر رہنمائی لیتا تھا۔ یہ وہ دور تھا جس میں مولانا روم اور سلطان شمس تبریز آئے۔ سلطان شمس تبریز جب 624 ہجری میں قونیہ پہنچے تو مولانا روم فقر کی مسند پر بیٹھے۔ 612 ہجری میں آپ نے اپنے روحانی سفر کا آغاز کیا۔ پہلی ملاقات میں سلطان شمس تبریز اور مولانا روم تنہا دونوں ایک حجرے میں 6 ماہ تک حالت مراقبہ میں بند رہے۔ سلطان شمس تبریز توجہ دیتے رہے مولانا روم توجہ لیتے رہے۔ 6 ماہ کے بعد جب نکلے مولانا روم مولائے روم ہوگئے تھے۔ قیل و قال کی دنیا سے گزر کر حال کی دنیا میں داخل ہوگئے تھے۔ خالی قال والے حال والوں کو پسند نہیں کرتے۔

لہذا فتنہ برپا ہوگیا یہ شمس تبریز کون ہے جس نے ہمارے شیخ کو بدل کر رکھ دیا ہے؟ شمس تبریز نے دیکھا کہ ماحول رہنے کا نہیں رہا تو آپ چپکے سے راتوں رات قونیہ چھوڑ کر واپس دمشق چلے گئے، اس وقت مولانا روم کی بیقراری دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اک عجب عالم اضطراب تھا جس کو دیکھ کر آپ کے صاحبزادے مولانا روم کے حکم پر قافلہ لے کر حضرت شمس تبریز کو منانے دمشق پہنچے۔ مولانا روم نے ایک درد بھرا خط لکھ کر اپنے بیٹے کو دیا کہ جب میرے شیخ سلطان شمس تبریز ملیں ان کو دے دینا اور ساتھ ایک ہزار سرخ سونے کے دینار ہدیتاً بھیجے۔ مولانا رومؒ کے صاحبزادے دمشق پہنچے تو انہیں حضرت شمس تبریز مل گئے۔ ان کو مولانا روم کا خط دیا، ساتھ

وہ درویش کیونکہ صوفی تھا اس نے کہا ہاں! اگر تو قیامت کے دن مولانا نے بخش دیا تو میری داڑھی اچھی ہے، اگر بخشش نہ ہوئی تو تیرے کتے کی دم اچھی ہے اس ایک جملے سے اس کی کایا پلٹ گئی۔ اس نے درویش سے کہا چپکے سے نکل جاؤ۔ میرا من مسلمان ہوگیا ہے۔ اب مجھے ماحول تیار کر لینے دو، جب ماحول اسلام قبول کرنے کا تیار ہوجائے گا آجانا، سب کو کلمہ پڑھا دینا۔

اللہ والوں میں تکلف و تصنع نہیں ہوتا۔ آپ کی طبیعت میں تواضع و انکساری بے پناہ تھی۔ بیٹے کو ملنے جاتے اگر رات کو دیر ہوجاتی تو چوکھٹ پر پہنچ کر دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے اس خیال سے کہ وہ سو نہ گئے ہوں۔ دراصل یہ اخلاق ہے

ہدیہ دیکھ کر مسکرا پڑے۔ فرمایا! دانا پرندے کو دام و دانہ نہیں چاہئے۔ مجھے خط کافی ہے۔ خط کھولا، پڑھا جس میں مولانا روم نے غزل لکھ بھیجی تھی جس کا خلاصہ ہے۔

اے شمس تبریز! تیرے نور نے عشق کی کئی شمعیں جلائی تھیں ان سے ہزارہا مخفی راز لوگوں کو معلوم ہوگئے، ایک حکم سے پورا جہاں بھر گیا تھا۔ کیا عاشق؟ کیا عشق؟ کیا حاکم؟ کیا محکوم؟ ہر ایک کا سینہ قلب و روح تیرے پیغام عشق سے سیراب ہوگیا۔ اے شمس تبریز! جب سے تو چلا گیا ہے اس دن سے ہماری جان لذت و حلاوت سے محروم ہوگئی ہے، تیرے حسن وجمال سے جب سے فراق ہوا ہے تب سے جسم ویران ہوگیا ہے اور جان موم کی طرح پگھل گئی ہے۔ شام تیرے نور سے روشن تھی، صبح بھی تیرے نور سے روشن تھی۔ تو ہی فخر شام، ارمن اور روم تھا۔ میرے محبوب پلٹ آ۔ جب حضرت شمس تبریز نے خط پڑھا پھر قافلہ کے ساتھ واپس آ گئے۔

مولانا روم ان کی مجلس میں بیٹھے رہتے ان کا رنگ چڑھتا گیا۔ حال بدلتا گیا، نوبت یہاں تک آ گئی کہ ہنگامہ کھڑا ہوگیا پھر شمس تبریز قونیہ چھوڑ کر دمشق چلے گئے تو مولانا روم خود تلاش میں نکلے شہر شہر، قریہ قریہ تلاش میں رہے لیکن وہ نہیں ملے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ مل گئے تھے۔

الجواہر المدیرہ میں ابن ابی وفا القراشی وہ اس قول کو قوی قرار دیتے ہیں کہ مولانا روم کے مریدوں نے حسد کی بناء پر حضرت شمس تبریز کو شہید کر دیا۔ بعض کتب میں آیا ہے کہ آپ وہاں سے رخصت ہوگئے تھے مگر معتبر کتابوں میں ہے کہ انہیں شہید کر دیا گیا وہ قونیہ میں دفن ہوئے۔ الغرض شمس تبریز کی شہادت کا سال مولانا عبدالرحمٰن الجامی نے نفحۃ النفس میں 644، 645 بتایا ہے۔

جب 672 کا زمانہ آیا تو قونیہ میں زلزلہ آیا جو 40 روز تک رہا۔ لوگ پریشان ہوکر مولانا روم کی خدمت میں آئے اور پوچھا حضور! زلزلہ ختم نہیں ہورہا اس کا سبب کیا ہے؟ مولانا روم نے فرمایا: زمین بھوکی ہے اور لقمہ تر چاہتی ہے۔ ان شاء اللہ اسے جلد مل جائے گا 672 میں اسی سال مولانا روم وصال پا گئے۔

مولانا روم منبع رشد و ہدایت:

مولانا روم کا سورج تاباں تھا۔ بڑی بڑی ہستیاں آپ سے اکتساب فیض کے لیے آتیں تھیں۔ مولانا روم کی بچپن میں ملاقات شیخ اکبر محی الدین ابن العربی سے ہوئی جب آپ اپنے والد بہاؤالدین بلخی کے ساتھ دمشق میں تھے اس وقت آپ کی عمر 11 سال تھی پھر 40 سال کی عمر میں مولانا روم دمشق سے تکمیل علوم کر چلے تھے وہاں شیخ اکبر محی الدین سے آپ کی ملاقات ہوئی ان سے اکتساب فیض کیا اس طرح شیخ سعد الدین ہماوی، مولانا روم کے احباب میں سے ہیں۔ حضرت عثمان رومی، حضرت شیخ روح الدین قرمانی، حضرت شیخ صدرالدین قونوی بعد میں وہ ہاتھ باندھ کر آپ کے مریدوں میں بیٹھتے تھے۔ دراصل وہ مولانا روم کے استاد تھے۔ حضرت صدر الدین قونوی حضرت محی الدین ابن عربی کے تربیت یافتہ بیٹے تھے۔ جب مولانا نے صدر الدین قونوی سے تکمیل علوم کی تو وہ مراقبہ کی حالت میں ہاتھ باندھ کر آپ کی مجلس میں بیٹھے رہتے تھے یعنی استاد شاگرد میں بدل گیا تھا۔

اس طرح ہندوستان سے بوعلی قلندر پانی پتیؒ بھی مولانا روم کی زیارت وصحبت کے لیے قونیہ گئے تھے۔ ایک عرصہ تک آپ سے استفادہ کیا، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بھی آپ سے ملاقات کے لیے قونیہ آئے تھے جو سلسلہ سہروردیہ کے بانی حضرت بہاؤالدین سہروردی کے پیرو مرشد ہیں۔ ایران سے شیخ

سعدی شیرازی مولانا روم کی ملاقات و زیارت کے گئے۔ مولانا قطب الدین شیرازی نے آپ کی صحبت و مجلس میں رہے۔ الغرض بہت ساری ہستیاں نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

مولانا روم کے اخلاق واحوال:

مولانا روم کی کشف و کرامات تو بے شمار ہیں آپ کی ریاضت و مجاہدہ عدیم المثال تھا۔ ان کے تلامذہ کہتے ہیں ان کو رات کے لباس میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کمال درجے کی ریاضت و مجاہدہ تھی۔ نماز کا جب وقت آتا جہاں بھی بیٹھے ہوتے مولانا قبلہ رخ ہوجاتے۔ آقا علیہ السلام کی سنت کی طرح چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا اور استغراق میں ڈوب جاتے، کسی کا ہوش نہ رہتا۔

آپ کے تلامذہ میں ایک فوج کے سپہ سالار تھے سب سے پہلی سوانح عمری مولانا روم کی انہوں نے لکھی وہ کہتے ہیں مولانا روم نے نماز عشاء کے بعد 2 رکعت نفل کی نیت باندھی، حالت استغراق کا عالم یہ تھا کہ انہیں دو رکعت نماز میں فجر ہوگئی۔ یہ کیفیت اکثر و بیشتر ان پر طاری رہتی تھی۔

مولانا روم کی تواضع و انکساری:

اللہ والوں میں تکلف و تصنع نہیں ہوتا۔ آپ کی طبیعت میں تواضع و انکساری بے پناہ تھی۔ بیٹے کو ملنے جاتے اگر رات کو دیر ہوجاتی تو چوکھٹ پر پہنچ کر دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے اس خیال سے کہ وہ سو نہ گئے ہوں۔ دراصل یہ اخلاق ہے یہی تصوف ہے کہ دوسروں کے آرام کا خیال رکھا جائے۔

ایک مرتبہ محفل سماع ہورہی تھی۔ مولانا تشریف فرما تھے۔ ایک شخص کو وجد آ گیا جو بار بار مولانا روم سے آ کر ٹکراتا تھا۔ آپ مسکراتے تھے، کچھ مریدوں نے دیکھا تو پکڑ کر ایک طرف کردیا۔ آپ پریشان ہوگئے ان شاگردوں کو بلایا اور کہا شراب عشق اس نے پی ہے جو ٹکرا رہا ہے، بدمست تم ہوگئے ہو۔ وہ مستی میں ہے اسے ٹکرا لینے دو۔

آپ کے تلامذہ میں ایک شخص معین الدین پروانا وہ سلطنت کے کار پرداز لوگوں میں سے تھے ان کے گھر میں محفل سماع تھی۔ ایک خاتون نے شرینی کے تھال بنا کر بھیجے کہ جب لوگ محفل سے فارغ ہوں گے تو اس وقت پیش کریں گے۔ اتنے میں ایک کتا آیا اس نے منہ ڈال کر حلوہ کھالیا۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ بڑے پریشان ہوئے۔ کتے کو مارنے کے لیے دوڑے۔ آپ لوگوں کے پیچھے دوڑے اور کہا کہ اس کا بھی حق تھا۔ اس نے اگر کھالیا تو کیا ہوا؟

اس فکر والے کو صوفی کہتے ہیں، صوفی لباس سے نہیں بنتا، صوفی چھوٹی تسبیح کے دانوں سے نہیں بنتا، صوفی بڑی بڑی غیض و غضب کی آنکھوں سے نہیں بنتا۔ صوفی جبہ اور دستار پہننے سے نہیں بنتا۔ صوفی اچھے کردار کو اپنانے سے بنتا ہے۔ اس کردار کا نام تصوف ہے، اسی کردار سے ولایت جنم لیتی ہے۔ اسی کردار سے اللہ کے ساتھ دوستی شروع ہوتی ہے۔ داتا گنج بخش علی ہجویری کی کشف المحجوب میں یہی سیرت و کردار ملتا ہے۔ صوفی خاندان سے نہیں بنتا بلکہ صوفی صالح من پیدا کرنے سے جنم لیتا ہے۔

مولانا روم ایک روز تنگ گلی سے جا رہے تھے۔ رات کا وقت تھا اس گلی میں ایک کتا سویا ہوا تھا جو بہت بڑا تھا اگر اس کے اوپر سے پھلانگ کر جاتے تو وہ اٹھ جاتا۔ مولانا روم کھڑے رہے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اس نے پاؤں مار کر کتے کو اٹھانے کی کوشش کی۔ مولانا روم نے روکا اور کہا اس کے آرام میں خلل نہ ڈالو جب وہ نیند پوری کرلے گا خود بخود اٹھ جائے گا، تب ہم گزر جائیں گے۔

صوفیاء تو کتوں کا اتنا خیال کرتے ہیں۔ ہم انسان ہوکر انسان کا خیال نہیں رکھتے۔ یہ صرف مولانا روم کا مشرب نہیں بلکہ 14 سو سال کی تاریخ میں کل اللہ والوں کا مشرب رہا ہے، اس طرح مولانا روم ایک جگہ سے گزر رہے تھے وہاں گالی گلوچ ہورہا تھا۔ ایک نے کہا تم مجھے ایک گالی دو گے تو میں تمہیں دس گالی دوں گا۔ دوسرا کہہ رہا تھا تم دس دو گے میں سو دوں گا۔ مولانا روم آگے بڑھے، ایک کو کہا! اگر تم ایک گالی دو گے تو دوسرا واقعی دس گالیاں دے گا، رکے گا نہیں۔ دوسرے کو کہا! تم ایک دوگے دوسرا واقعی ہی سو گالیاں دے گا، رکے گا نہیں۔ تم ایسا کرو۔ تم دونوں مجھے گالیاں دو۔ میں تمہیں ایک بھی گالی نہیں دوں گا۔ تمہارا شوق پورا ہوجائے گا جب یہ بات سن لی دونوں گلے لگ گئے، معافی مانگی اور صلح ہوگئی۔

☆☆☆☆☆

آج کے طلباء مستقبل کے زعماء

طلباء انسانی معاشرے کا سب سے زیادہ موثر طبقہ ہے

بارش سے مردہ زمین کو زندگی اور علم سے دلوں کو حیات ملتی ہے

ڈاکٹر ابوالحسن الازہری

انسان کا وجود اس کائنات میں اس کی پیدائش کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، یہ انسان جب اپنے بچپن میں چلنے پھرنے، بولنے سمجھنے اور کچھ سوچنے کے قابل ہوتا ہے تو اس وجود میں انسانیت کو پیدا کرنے کے لیے انسانی اقدار کی تعلیم اور تربیت کا عمل شروع کردیا جاتا ہے۔ انسان سازی کا یہ مرحلہ جس عنوان سے شروع ہوتا ہے اسے طالب علمی کا زمانہ کہتے ہیں۔

انسان کی شخصیت کو بنانے اور سنوارنے کا یہ عمل بچپن سے شروع ہوجاتا ہے انسان اپنی زندگی کے ابتدائی 18 سال تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل میں گزار دیتا ہے اور یہی زمانہ طالب علمی ہی اس کے مستقبل کے خدوخال واضح کردیتا ہے اور اس کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کی جہت کا تعین کردیتا ہے، زندگی کے میدانوں میں سے اس کی کاوش اور خوابوں کا ایک میدان مقرر کردیتا ہے۔

طالب علم انسانی معاشرے کا سب سے زیادہ موثر طبقہ ہے، قوم کا تشخص ان ہی کے کردار سے بنتا ہے قوم کے رجحانات اور میلانات میں ان کی زندگی کا مطالعہ انتہائی اہمیت رکھتا ہے، طالب علمی کی زندگی میں ان کا حسن کردار ان کے روشن مستقبل کی خبر دیتا ہے۔ قوم کی قیادت اور سیادت کے حقدار یہی نفوس ٹھہرتے ہیں، قوم کی فکر کے معاشرتی پیغامبر یہی ہوتے ہیں قوم کی خرابیوں کو اچھائیوں سے بدلنے والے بھی یہی ہوتے ہیں۔ ان کی زمانہ طالب علمی کی ریاضت ان کو قوم کے منصب قیادت پر فائز کردیتی ہے۔

انسانی تعلیم و تربیت کی اسی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے سورۃ العلق میں ارشاد فرمایا:

پہلی وحی اور فروغ و ابلاغِ علم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. (العلق، ۹۶: ۱ تا ۵)

''(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا۔ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا''۔

اس آیت کریمہ میں لفظ اقراء اپنے اندر معانی و معارف کے سمندر رکھتا ہے۔ یہ قرآن حکیم کی پہلی وحی ہے اللہ رب العزت رسول کے واسطے اور وسیلے سے آپ کی امت اور اپنے بندوں سے مخاطب ہورہا ہے۔ پہلی وحی کے لیے پہلا لفظ یقیناً اپنے اندر خاص معانی اور لوازمات رکھتا ہے۔ اقراء کا لفظ لاکر اسلام کی حقیقت اور اس کی بنیادوں کو واضح کردیا ہے۔ اسلام ہمیشہ پڑھنے، پڑھانے اور علم و تعلیم کا نام ہے۔ اسلام

اور اس کی تعلیمات کی بنیاد علم ہے۔ جہالت کا اور جہلاء کا اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کا سروکار علم سے ہے۔ فروغ علم کی ہر کوشش اسلام کے فروغ کی کاوش ہے۔

اقراء کا تصور جب عملی حقیقت میں ڈھلتا ہے تو اس سے تعلیم و تدریس کا عمل جنم لیتا ہے اقراء کا لفظ پڑھنے اور پڑھانے کے عمل کو ثابت کرتا ہے اور علم بالقلم کے الفاظ سے تعلیم میں تحقیق و تفتیش کے تصورات ثابت ہوتے ہیں۔ آج یونیورسٹی سطح پر علم و تحقیق دونوں کو جمع کردیا گیا ہے۔ تعلیم، تحقیق کے بغیر نامکمل ہے۔ تحقیق کے لیے بنیادی تصورات کی پہلے تعلیم ضروری ہے۔ اسی بناء پر آج جب علم کی بات کی جاتی ہے تو اس میں تعلیم اور تحقیق دونوں مل کر علم کی صورت میں متشکل ہوتے ہیں۔ جب علم عمدہ تعلیم اور بہترین تحقیق کے مراحل سے گزرتا ہے تو وہ تخلیقی علم کا روپ دھارتا ہے۔ اب اس علم میں مالم یعلم کی ساری صورتیں حل ہونے لگتی ہیں۔ انسان کی مضبوط تعلیمی اور تحقیقی زمین سے تخلیقی علم کے سوتے پھوٹنے لگتے ہیں۔

اسلام اور قلم کا لزوم:

تعلیم کے ساتھ تحقیق کی اہمیت کو مزید واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ. (القلم، ٦٨ : ١)

''قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں''۔

علم و تحقیق کی نشر و اشاعت کا سب سے زیادہ موثر اور بے مثال ذریعہ خود قلم ہے اور قلم کی اسی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لیے باری تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی ہے۔ قلم کا استعمال کرنے والی قوم حکمت و دانش کے کارواں کی قیادت کرتی رہتی ہے۔ ایک بہترین محقق وہ ہے جس کے ہاتھ میں قلم ہر لحظہ رواں دواں رہے اور ایک عمدہ طالب علم وہ ہے جو قلم کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرے۔ ایک سچے محقق اور علم سے باوفا طالب کی کیفیت قلم کے باب میں یہ ہو کہ

ے ہاتھ میں آیا قلم اور شوق کا دفتر کھلا

قلم کا استعمال یہ تعلیم و تحقیق سے استعارہ ہے علم کے لیے قلم ضروری ہے اور قلم کا بہترین استعمال علم کا اظہار ہے۔ قرآن ہر مسلمان کو طالب علم بناتا ہے۔ اس میں زمانے کی کوئی قید و شرط نہیں۔

رسول اللہ ﷺ علوم الٰہیہ کے طالب اول:

قرآن کے نزدیک طالب علم وہ ہے جس کی طلب علم کی خواہش ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی جائے۔ طلب علم یہ آرزوئے بحرِ بے کنار ہے باری تعالیٰ نے اپنے علوم کا سب سے پہلا طالب قرآن حکیم میں اپنے رسول کو بنایا ہے۔ رسول اللہ کا اسوہ حسنہ امت کے لیے یہ قرار پایا کہ ہر لحظہ طلب علم کی جستجو اور آرزو کو بڑھایا جائے۔ قرآن نے رسول اللہ کو علم میں طلب مزید کی جو دعا سکھائی ہے وہ آپ کی سنت کی اتباع میں ہر مسلمان کا منصبی فرض ہے اور وہ علم میں زیادتی اور کثرت کا اسی طرح طالب رہے جیسے رسول اللہ ﷺ طلب علم کی کثرت اور اضافہ کی دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا. (طه، ٢٠ : ١١٤)

''اور آپ (رب کے حضور یہ) عرض کیا کریں کہ اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے''۔

رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے لفظ علم کو یہ انفرادیت حاصل ہے۔ اس لفظ کے ساتھ زیادت کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس لفظ علم کے ساتھ فریضۃ کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اس حوالے سے یوں بیان کیا ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم.

''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے''۔

قرآن کہتا ہے ہر مسلمان علم میں زیادت اور کثرت کی دعا کرے اور اپنے علم کو ہر لحظہ زیادہ کرنے کے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ملتجی رہے۔ گویا علم میں کثرت زیادت اور اضافے کی آرزو اس میں مچلتی رہے اور یہ علم میں زیادت کی درخواست ایک فرض میں ڈھل جائے اور جب کوئی عمل فرض ہوجاتا ہے تو وہ ہر صورت میں ادائیگی کا تقاضا کرتا ہے۔ گویا علم ایک فرض ہے جس کو ادا کرنے اور اس کو حاصل کرنے کا ہر

مسلمان پابند ہے۔ اس فرضیت علم کا تقاضا یہ تھا اور یہ ہے کہ ملت اسلامیہ میں اسلامی ممالک بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص جہالت اور ناخواندگی سرے سے نہ ہوتی اس لیے پاکستان کا قیام ہی اسلام کے نام پر ہوا ہے۔ جہالت سے قوم وملت کی ہلاکت ہے۔علم کے حصول میں قوم کی عزت و رفعت مقدر بنتی ہے۔

علم میں فرد اور قوم کی حیات:

علم میں اللہ رب العزت نے حیات کی قوت رکھی ہے یہ علم جس ذہن و دل میں آتا ہے اس کی حیات کو دوبالا کردیتا ہے۔ اس کی چمک دمک اور اس کی تروتازگی میں اضافہ کردیتا ہے۔ دل کے مردہ پن کو حیات نو دے دیتا ہے یہ دل و دماغ کو ایسے ہی حیات دیتا ہے جیسے بارش زمین کو زرخیز اور شاداب بنادیتی ہے۔

العلم فیه حیاة القلوب کما تحیی البلاد اذا ما مستها المطر. (نقشبندی، روح اللہ، مولانا، مطالبہ کی اہمیت، مکتبہ بیت العلم، کراچی، ص45)

علم سے دلوں کو حیات ملتی ہے جیسے بارش سے بستیاں اور مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے۔علم بھی مردہ قوموں کو زندہ قوم بنادیتا ہے علم قوموں کو ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے ان کے وقار اور اعتبار میں اضافہ کرتا ہے، ان کی پستی کو بلندی میں تبدیل کرتا ہے۔ اگر اس کے برعکس صورت ہو اور کوئی قوم اور کوئی فرد علم میں کمزور رہ جائے وہ تو یہ علمی کمزوری اس قوم اور فرد کو پستی کی طرف لے جاتی ہے اور علم پستی ذلت و رسوائی کا سبب بنتی ہے اس قوم کی تقدیر کا ہر کوئی مالک بن رہا ہوتا ہے۔ اس قوم کی پستی کی بنا پر ہر کوئی اس کا خریدار ہوتا ہے ایک مفلس و بے حال شخص اس کمزور قوم کا سودا لگانے سے اعراض نہیں کرتا۔کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ولقد هزلت حتی یدامن هزلها کلاها وحتی سامها کل نفس. (نقشبندی، روح اللہ، مطالعہ کی اہمیت، مکتبہ بیت العلم، کراچی، ص64)

وہ کمزور ہوگیا یہاں تک کمزوری سے اس کی اونچ نیچ ظاہر ہوگئی اور ہر غریب و مفلس نے اس کمزوری کی وجہ سے اس کی قیمت لگائی۔

علم کا ذریعہ اور طریقہ مطالعہ کتاب:

علم سے کمزوری ایک طالب علم میں اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اس کا کتاب سے تعلق کٹتا ہے اور جب اس کا جی پڑھنے سے اور مطالعہ کرنے سے اڑتا اور رکتا ہے حالانکہ کتاب اور اس کا مطالعہ انسان کے لیے علم وفہم اور عقل و دانائی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ الشاہ محمد اسداللہ نے کیا خوب کہا ہے:

علم وفہم عقل و دانائی کا دفتر ہے کتاب، طالب علم وہ ہے جو طالب کتاب ہے جو طالب کتاب نہیں اور طالب قرات نہیں وہ طالب علم بھی نہیں ہے۔ اس لیے کتاب تو طالب علم کے لیے دلربا ہے اور دلبر ہے اس لیے کسی نے کیا خوب کہا:

دلربا، دلکش، دلدار و دلبر ہے کتاب۔ (نقشبندی، روح اللہ، مطالعہ کی اہمیت، مکتبہ بیت العلم کراچی، ص128)

کتاب سے طالب علم سے تعلق، اس کے مطالعہ سے آگے بڑھتا ہے۔ اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہے انسان کی طبیعت اس کی تربیت سے بنتی ہے اور علم ہمیشہ تلاش سے ملتا ہے۔ آج طلباء کو وہ سہولتیں حاصل ہیں جن کا پہلے کبھی طلباء کی زندگیوں میں تصور بھی نہ تھا۔ آج ہر جگہ چپہ چپہ پر تعلیمی مراکز موجود ہیں اور ان میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہے۔مگر آج کے طالب علم میں کتاب سے وہ انس موجود نہیں جس کی جھلک پہلے دکھائی دیتی تھی۔ آج مطالعہ و اسٹڈیز کے وہ مناظر نظر نہیں آتے جو پہلے طلباء کی شخصیتوں کی لازمی شناخت تھے اور استاد کی عزت و احترام کے تصورات بھی آج ماند دکھائی دیتے ہیں۔ اس حقیقت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔طلباء کو بہت کمزوریوں سے بچاتا ہے۔ جوں جوں انسان مطالعہ و اسٹڈیز کرتا چلا جاتا ہے۔علم میں پختہ اور مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ طالب علم کی زندگی میں مطالعہ کی اہمیت اور افادیت کیا ہے اسے اجاگر کرتے ہوئے اسعداللہ نے کیا خوب کہا ہے:

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ
دنیاکے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ

(نقشبندی، روح اللہ، مطالعہ کی اہمیت، مکتبہ بیت العلم، کراچی، ص253)

کلاس لیکچر کی حفاظت کا مروج اسلوب:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر اسلاف امت ایک طالب علم کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ جب اپنی کلاس میں جائے تو اس کلاس میں جو لیکچر دیا جائے اسے یاد بھی کر کے اور اسے لکھ کر اپنے پاس محفوظ بھی کرے۔ گویا اپنے لیکچر کی حفاظت بذریعہ یاداشت اور بذریعہ کتابت کرے لیکن عصر حاضر میں عمومی سطح پر حافظے کی قوت بے مثل نہیں رہی۔ اس لیے لیکچر کی کتابت اور اس کی تحریری یاداشت کو ترجیح دے۔ اس لیے وہ فرماتے ہیں۔

من حفظ شیئا فر د من کتب شیئا قر. نقشبندی، روح اللہ، مطالعہ کی اہمیت، مکتبہ بیت العلم، کراچی، ص۳۵۹)

جس نے کسی چیز کو یاد کیا وہ مستقل باقی نہ رہی اور جس نے کسی چیز کو لکھا وہ مستقل باقی رہی۔ کلاس میں آنا اور لیکچر سننا یہ طالب علم کا تعلیمی فرض ہے اور فرض ہر حال میں اور ہر موسم میں اور ہر روز ادائیگی اور کمال بجا آوری کا تقاضا کرتا ہے۔ شریعت میں فرض چھوڑنا انسان کی گنہگار بناتا ہے اور کلاس کے فرض کو چھوڑنا طالب علم کو بیکار بناتا ہے۔

تعلیم کا مقصد، آدمیت و انسانیت کی تشکیل:

تعلیم کا یہ سارا عمل ہماری جامعاتی زبان میں کورس ہے ہم ہر سمیسٹر میں اپنے کورس کا اختتام کرتے ہیں، کورس کی تکمیل کے ساتھ ایک طالب علم میں آدمیت اور انسانیت کی تکمیل بھی کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے اکبر الہ آبادی نے کہا:

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں
آدمی آدمی بناتے ہیں

اور کوس، کتابیں الفاظ اور ان کے معانی و مطالب اور ان کے مفاہیم و معارف سکھاتے ہیں جبکہ ایک قابل استاد کی صحبت، سنگت، رفاقت اور معیت انسان کو پتھر سے ہیرا بنا دیتی ہے۔ ایک طالب علم نے اپنی زندگی کے طالبعلمانہ کمال سے عالمانہ اور قائدانہ کمال تک پہنچانا ہے جو آج قابل ہے وہ کل بھی قابل فخر ہے۔ جس کا آج سنورا ہے اس کا کل بھی تابدار ہے جس میں آج علمی علوت ہے اس میں کل قائدانہ جلوت ہے جو آج صلاحیتوں میں باکمال ہے وہ کل تجرباتی استعدادوں میں لازوال ہے۔ آج ایک طالب علم کو صرف یونیورسٹی کے امتحانات پاس نہیں کرنے بلکہ کل آنے والی زندگی کے عملی امتحانات بھی پاس کرنے ہیں، جس کا آج اچھا ہے اور اس کا کل بھی عمدہ ہے۔ اسلام ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں تیاری کا حکم دیتا ہے اور اپنی فطرتی صلاحیتوں کی آبیاری کی تعلیم دیتا ہے۔ زندگی کے چیلنجوں کا سامنے کرنے کے لیے بلند ہمتی کا درس دیتا ہے۔

اس لیے ارشاد فرمایا:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ .

''اور (اے مسلمانو!) ان کے (مقابلے کے) لیے تم سے جس قدر ہو سکے (ہتھیاروں اور آلاتِ جنگ کی) قوت مہیا کر رکھو''۔ (الانفال،۸:۶۰)

قوم کے مستقبل کی تیاری اور تعلیمی اداروں کی ذمہ داری:

آج یونیورسٹیوں، کالجوں، سکولوں اور جملہ تعلیمی اداروں سے ہمیں قوم کا مستقبل تیار کرنا ہے، معماران پاکستان تیار کرنے میں مستقبل کی قیادت تیار کرنی ہے، قرآن نے قیادت کی تیاری اور معیار قیادت کا یہ ضابطہ دیا ہے، قیادت کی اہلیت کا یہ معیار مقرر کیا ہے اور منصب قیادت پر فائز ہونے اور فائز کئے جانے اور اس پر متمکن ہونے اور کسی پر لفظ قائد کے اجراء کا یہ اصول دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ. (البقرہ، ۲:۲۴۷)

''بے شک اللہ نے اسے تم پر منتخب کر لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا فرما دی ہے''۔

مختلف مترجمین نے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کیا ہے۔ پیر کرم شاہ الازہری نے یوں کیا ہے:

اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی دی ہے۔ (کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، سورۃ البقرہ کی تفسیر آیت ۲۴۷)

سید ابوالاعلی مودودی نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

اس کو دماغی اور جسمانی دونوں اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں۔ (مودودی، ابوالاعلیٰ سید، تفہیم القرآن سورۃ البقرہ کی تفسیر آیت نمبر ۲۴۷)

گویا معیار قیادت یہ ٹھہرا آج کا طالب علم اپنے جسم یعنی فعل و عمل میں بھی کامل ہو اور اپنی ذہنی و دماغی صلاحیتوں اور اپنے علم و تحقیق میں بھی اکمل ہو۔ منصب قیادت کا ضابطہ، اصول اور معیار یہ ملا اپنے علم میں پختہ ہو، ایک ٹھوس اور جامع علم اس کے پاس ہو، اپنے علم میں صاحب کمال ہو، علم کی دنیا کے لوگ اس کی علمی قیادت کو تسلیم کریں اس کی علمی رہبری سب پر مسلم ہو، اس کی علمی پختگی سب پر عیاں ہو، زمانہ اس کے علم کا معترف ہو اس کا علمی تشخص مسلم ہو اور اس کے ساتھ دوسری خوبی میں اس میں یہ پائی جائے وہ اپنے عمل میں انتھک ہو۔ جہد مسلسل کا عادی ہو، اپنے کام کو انتہائی عمدگی کے ساتھ ادا کرسکتا ہو اور اپنے منصبی کام و عمل میں پست معیار نہ ہو۔ کام کو کرنا اور اس کو سنوارنا اس کو آتا ہو، اپنے عمل کو عمدگی اور اعلیٰ معیار پر سرانجام دینا اس کی شناخت ہو تو ایسا فرد معیار قیادت کے دوسرے وصف کی تکمیل کرتا ہے۔

خلاصہ کلام:

آج کے طلباء اگر اپنے تعلیمی فرض کو کماحقہ ادا کردیں اور اس تعلیمی فرض کے تمام تر تقاضوں کو سرانجام دے دیں اور اپنے علمی فرض کو حسن کمال تک پہنچادیں تو ایسے طلباء ہی اس قوم کے مستقبل کے زعما ہیں اور راہنما ہیں۔

تعلیمی ادارے انسان سازی کی فیکٹریاں اور صنعتیں ہیں۔ تعلیمی اداروں میں انسانی شکل کے حامل ڈھانچوں کو اعلیٰ اخلاق و کردار سے آراستہ کرکے کامل انسان بنایا جاتا ہے۔ یہ تعلیمی ادارے شخصیت سازی کے لیے اعلیٰ رویوں اور بہترین عادات کی انسانی ڈھانچے میں تشکیل کرتے ہیں۔ ایک خام انسان کو علوم و فنون کی خوبیوں سے آراستہ کرتے ہیں۔ اس کے وجود میں علم وہنر کے چراغ جلاتے ہیں۔ اس خام انسان کو مرقع صفات اور علم و تحقیق کا پیکر بنا کہ معاشرے میں پیش کرتے ہیں۔

یہ انسان ہر جگہ اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منواتا چلا جاتا ہے۔ اپنی صفات کے اظہار کے ذریعے اپنی شخصیت کو معاشرتی اور قوی افق پر مسلم کرتا جاتا ہے۔ تعلیمی ادارے اپنی تاریخی روایات اور انسانی شخصیات کی تکمیل کے باب میں ہر سال اپنے دامن سے وابستہ ہونے والے، نئے داخل ہونے والے طلباء طالبات کو اپنی درو دیوار سے یہ صدائیں دیتے ہوئے خوش آمدید کہتے ہیں اور نئے آنے والوں کا یوں خیر مقدم کرتے ہیں۔

نیا چمن، نئی شاخیں، نئے گلاب و سمن
نئی بہار کی اقدار لے کر آیا ہوں

اور استاد ایک مالی کی طرح اپنے علمی باغ کی رکھوالی کرتا ہے ان کی دیکھ بھال کرتا ہے ان کو مکمل اپنی حفاظت ونگہداشت میں رکھتا ہے۔ ان کے روشن مستقبل کے لیے اپنی جان مارتا ہے اور اپنے شب و روز ان کے لیے کھپاتا ہے۔ قوم کے اغیار ملک و وطن کے عداوت کار کو یہ اپنا پیغام عزم دیتا ہے۔

انہیں یہ ضد ہے کہ مسلط رہے چمن پہ خزاں
ہمیں یہ ضد ہے کہ بہاروں کو لاکر چھوڑیں گے

باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر طالب علم کو اعلیٰ درجے کا انسان اور قوم و ملت کا عظیم ترین اثاثہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

﴿مبارک باد﴾

ہم صدر منہاج القرآن ویمن لیگ محترمہ فرح ناز کو حج کی سعادت حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہیں۔

(منجانب: مرکزی ٹیم MWL)

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے

جدا ہو دیں سیاست سے ....تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مادیت اور دنیا پرستی نے لوگوں کے ذہنوں اور سوچوں کو جکڑ رکھا ہے

تحریک منہاج القرآن کے یوم تاسیس پر خصوصی تحریر | راضیہ نوید |

دین اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ دینی اور دنیوی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اسلام جہاں ہمیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر عبادات کے حوالے سے رہنمائی فراہم کرتا ہے وہیں سیاست، معاشرت، معاشیات، اخلاقیات اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں بھی بھرپور تعلیمات عطا کرتا ہے۔ بنیادی طور پر ہماری زندگی عبادات و معاملات کا مجموعہ ہے اور ان میں سے کسی ایک میں کمزوری ہمیں فوز و فلاح سے دور کردیتی ہے۔ پندرہ سو سال پر محیط اسلامی تاریخ میں وہی ہستیاں، جماعتیں، تحریکیں اور تنظیمیں کامیاب ٹھہریں جنہوں نے زندگی کے ان دونوں حصوں کو جوڑ کر رکھا کیونکہ

جدا ہو دیں سیاست سے
تو رہ جاتی ہے چنگیزی

زیرنظر مضمون میں تحریک منہاج القرآن کے اسی آفاقی، عالمگیر اور ابدی کردار اور ضرورت کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضور نبی اکرمa نے فرمایا کہ قیامت سے قبل ادوارِ فتن ہوں گے۔ آپa نے جن ادوار کا ذکر فرمایا ان میں چھوٹے فتنوں کا دور، بڑے فتنوں کا دور اور فتنوں کا آخری دور شامل ہے۔ حضورa کی بیان کردہ علامات کے مطابق فتنوں کے پہلے دور کا آغاز ہوچکا ہے جن میں دہشت گردوں کی صورت میں فتنہ خوارج کا ظہور، جھوٹ کا عام ہونا، شراب، بدکاری، کرپشن اور جہالت کا عام ہونا اور فلک بوس عمارتوں کی تعمیر وغیرہ شامل ہیں۔ صادق اور امین منہ چھپاتا پھرتا ہے جبکہ بددیانت، خائن اور بدعنوان لوگ فخر سے سر اونچا کرکے چلتے ہیں۔ مادیت اور دنیا پرستی نے لوگوں کے ذہنوں، سوچوں اور خواہشوں کو جکڑ رکھا ہے۔ حلال اور حرام میں تمیز ختم ہوچکی ہے اور انسان اپنی بے جاہ خواہشات کی تکمیل کے لیے مارا مارا پھر رہا ہے۔ آج ہم ایک ایسے پرفتن دور سے گزر رہے ہیں کہ ایمان کی حفاظت ناممکن نظر آتی ہے۔

ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے حضور نبی اکرمﷺ سے پوچھا یارسول اللہﷺ ایسے زمانے میں ایمان کیسے بچایا جاسکے گا؟ تو آپﷺ نے ایمان کے بچاؤ کی دوصورتیں بیان فرمائیں۔

۱۔ ان حملوں سے اسی کا ایمان بچے گا جو غاروں میں چلا جائے گا۔ اونٹ بکریاں پال کر دودھ سے اپنا پیٹ بھرے گا اور عبادت کرے گا یعنی حالات ایسے گھمبیر ہوجائیں گے کہ ایمان، نیکی اور تقویٰ حضورa کی محبت اور سچائی کی راہ پر چلنے میں مددگار نہیں ہوں گے بلکہ سوسائٹی میں رہنا ہی ہمیں ایمان سے محروم کردے گا۔

۲۔ ان حملوں سے بچاؤ کی دوسری صورت یوں بیان فرمائی کہ میری امت کا ایک طبقہ قیامت تک ان تمام فتنوں کے دور میں حق پر قائم رہنے والوں کا ہوگا، یہ لوگ حق کی دعوت دیں گے، برائی سے لوگوں سے منع کریں گے، حق کے لیے لڑیں اور حق کے لیے مریں گے۔ یہ طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہوگا جو مجھ سے محبت کریں گے، میرے دیدار کی خواہش میں اپنی جان اور مال لٹادیں گے۔ یہ لوگ میرے بھائی ہوں گے وہ مجھ سے اور میں ان سے ملاقات کا طلبگار ہوں گا۔ وہ لوگ فتنوں کے دور میں بھی ایمان پر قائم رہیں گے، قرآن وسنت سے اپنا تعلق جوڑ کر رکھیں گے یہ نہ صرف اپنے ایمان کی حفاظت کریں گے بلکہ دوسروں کے ایمان کی حفاظت بھی کریں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ایمان کی حفاظت اور فتنوں سے بچاؤ کی جو دوسری صورت بیان فرمائی ہے وہی تحریک منہاج القرآن کے قیام کی بنیاد بنی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری فرماتے ہیں کہ آج کے دور میں ان فتنوں سے حفاظت اور ایمان کے بچاؤ کے لیے ہم نے 17 اکتوبر 1980ء کو تحریک منہاج القرآن کا آغاز کیا تاکہ لوگ اس مشن کے ساتھ وابستہ ہوکر بدعقیدگی، بداعمالی، بداخلاقی اور بے حیائی سے بچ سکیں۔

اس تحریک کے اہم مقاصد جو اس کے قیام کی وجہ بنے درج ذیل ہیں:

۱۔ دعوت وتبلیغ حق ۲۔ اصلاح احوال امت

۳۔ ترویج واقامت اسلام ۴۔ تجدید احیاء دین

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو امت وسط قرار دیا اور حکم فرمایا کہ تم میں سے ایک جماعت یا طبقہ ضرور ہونا چاہئے جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ نیکی کے حکم اور برائی سے منع کرنے کا اطلاق زندگی کے ہر ہر پہلو پر ہے مگر تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی انسانیت نے اعتدال کی راہ ترک کی، دین اور دنیا میں تفریق پیدا کی، عبادات، معاملات اور سیاسیات کو الگ الگ پیمانوں میں تولنے کی کوشش کی تو وہ تباہی سے دوچار ہوئیں۔ عصر حاضر میں بالعموم امت مسلمہ اور بالخصوص پاکستانی قوم مذہبی، سیاسی اور سماجی سطح پر افراط وتفریط کی وجہ سے معاصر چیلنجوں کا سامنا اور مقابلہ کرنے کی استعداد اور صلاحیت سے محروم ہوچکی ہے اس کے ساتھ ساتھ مخاصموں، داخلی انتشار اور تنازعات کا بھی شکار ہے۔ سیاسی بالادستی کے بغیر معاشرے کے ہر ہر طبقے اور فرد کو فائدہ پہنچانا ناممکن ہے۔ لہٰذا دین وسیاست کی تفریق کو ختم کرکے دین اسلام سے رہنمائی اور حضور ﷺ کے اسوہ کامل سے فیض یاب ہوکر امت کے مسائل کے حل کے لیے پاکستان عوامی تحریک کی بنیاد رکھی۔ گویا تحریک منہاج القرآن ایک سمندر ہے جس سے پاکستان عوامی تحریک، منہاج القرآن ویمن لیگ، منہاج القرآن یوتھ لیگ، مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ، منہاج القرآن علماء کونسل، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی و دیگر دریا نکل کر معاشرے کو نہ صرف دین کے حقیقی تصور سے آگاہ کررہے ہیں بلکہ فیضِ محمدی ﷺ تقسیم کرنے میں کوشاں ہیں۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قائد انقلاب کے وژن اور فکر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ تحریک منہاج القرآن کا 38 سالہ سفر بے پناہ کامیابیوں اور کامرانیوں سے مزین ہے۔ کامیابیوں کے یہ تمغے اپنے سینے پہ سجائے معاشرے میں اپنا سر فخر سے اونچا کئے اپنے سفر کو ہمت، حوصلے، یقین اور تسلسل کے ساتھ جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ ہم اپنی منزل مراد کہ اپنے قائد کی عظیم قیادت میں ضرور پہنچیں گے۔ تحریک منہاج القرآن کے تمام رفقاء، کارکنان، وابستگان کو یوم تاسیس مبارک ہو۔

☆☆☆☆☆

تعلیم و تربیت میں اساتذہ کا کردار

پورے معاشرے کی باگ ڈور "معلم" کے ہاتھ میں ہے

مقصد ہو اگر تربیت لعل بدخشاں .... بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو

جویریہ سحرش قاضی

مقصد ہو اگر تربیت لعل بدخشاں
بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو
ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا مدرسہ کیا مدرسہ والوں کی تگ و دو
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو
(علامہ اقبالؒ، ضرب کلیم)

لفظ ''معلم'' کہنے کو تو چار لفظوں کا مجموعہ ہے لیکن یہ اپنے اندر پورے معاشرے کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہے۔ اس ایک شخصیت میں معاشرے کی تنزلی و ترقی پنہاں ہے۔ یہ حیرت انگیز ایجادات اور نت نئی دنیا میں آپ کو تبدیلیاں نظر آرہی ہیں یہ سب اس ایک شخصیت کے گرد گھومتی ہیں۔معلم کی حیثیت ایک رہنما کی ہے۔معمار کی ایک داعی کی ہے،معلم کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری اللہ پاک نے رکھی ہے''معلم'' کو جو مقام ہمارے مذہب دین اسلام میں دیا گیا ہے شاید ہی کسی اور مذہب میں وہ مقام اس کو دیا گیا ہو۔جس مذہب کی ابتداء ہی لفظ اقراء سے ہو اس میں پڑھنے اور پڑھانے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اللہ نے اس کائنات کے لوگوں کے لیے انبیاء مبعوث فرمائے جو انہیں حق کی اور ہدایت کی تعلیم دیتے تھے جو ان کو اچھے اور برے میں فرق کرنا سکھاتے تھے جو اس دنیا میں نت نئے چیلنجز کا کس طرح سامنا کرنا ہے اس کی تربیت فرماتے تھے۔ اسی علم کی بنا پر انسان کو وہ مقام ملا جو فرشتوں کو بھی نہ ملا۔فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا۔

جو پایہ علم سے پایا بشر نے
فرشتوں نے بھی وہ پایہ نہ پایا

علم کے بغیر دنیا اندھیری ہوتی لوگ آج بھی غاروں میں رہتے اور قدیم طرز زندگی گزارتے۔علم،معلم کے بغیر نہیں سیکھا جاسکتا ہے۔علم رب کا نور ہے جس کے لیے اللہ اپنے خاص بندوں کو چنتا ہے۔انبیاء کرام رب کے خاص بندے ہیں اور انہی خاص بندوں نے یہ ذمہ داری پھر انسانوں پر ڈال دی۔

حدیث مبارکہ ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آسمان و زمین کی تمام مخلوقات، بلوں میں رہنے والی چیونٹیاں، پانی میں رہنے والی مچھلیاں اس شخص کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی سیکھاتا ہے۔(ترمذی) دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

بہترین صدقہ یہ ہے کہ انسان علم سیکھے اور اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔(ابن ماجہ)

اب ہم جو سوچیں جس مذہب میں معلم کو وہ مقام حاصل ہو جو کسی بھی مقام سے اونچا ہے۔

ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ اساتذہ کرام آج اس پیشے کو بوجہ مجبوری اپناتے ہیں اور احساس کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں جب کوئی اور شعبہ زندگی میں مقام نہیں بنا پاتے تو اس کو اختیار کرتے ہیں جو سراسر اس فرض سے ناانصافی ہے۔معلم قوموں کے معمار جن کے ہاتھوں میں بچے ایک ایسی

صاف تختی لے کر آتے ہیں کہ وہ اس پر جو لکھتا جائے گا وہ ان کے ذہنوں پر نقش ہوتا جائے گا۔

جس طرح ایک معمار کہیں سے مٹی لے آتا ہے اس کو چھانتا ہے پھٹکا ہے اور پھر گوندھ کر جو شکل دینا چاہے اس میں ڈھال دیتا ہے۔ معلم بھی اپنے طلبہ کو جو چاہے اس صورت میں ڈھال سکتا ہے۔

ایک معلم اگر چاہے تو معاشرے کو ترقی کی اس منزل پر پہنچاسکتا ہے جس کی اس معاشرے کو ضرورت ہوتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کس طرح دنیا کے عظیم معلمین نے اپنے شاگردوں کو کہاں سے کہاں پہنچادیا۔ اچھا معلم نہ صرف بچے کو نصابی کتب کی تعلیم دیتا ہے بلکہ وہ اپنی تخلیق اور مطالعہ کی وجہ سے بچوں میں نصاب کے علاوہ بہت ساری مہارتیں پیدا کرتا ہے۔ وہ اس کی روحانی، نفسیاتی، اخلاقی، معاشرتی بلکہ ہمہ پہلو تربیت کرنے کا ذمہ دار ہے۔

یہ سب تب ممکن ہے جب معلم کا اپنا کردار اس چیز کا آئینہ دار ہو اس میں یہ تمام خوبیاں پائی جائیں جو ہمارے آقا دو جہاںﷺ کے اندر موجود تھیں۔ کیونکہ دنیا کے سب سے بڑے معلم تو وہ خود ہیں۔ ہم اُن کے جیسے تو نہیں بن سکتے لیکن ان کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے جس پر چل کر ایک معلم اپنی اصلاح کرسکتا ہے اور اپنے طلبہ کی رہنمائی کرسکتا ہے۔ کردار کے بغیر علم دماغ کا تعیش ہے اور دل کا نفاق ہے اور عمل کی خوبیاں پیدا نہ ہوں تو علم کا درخت بے ثمر اور بے فیض ہے۔ انہیں طالب علم کے لیے حسن اخلاق کا نمونہ ہونا چاہئے۔ قابلیت اور شرافت اور اخلاق کی وجہ سے تعلیم باآور ہو۔

استاد کی شخصیت براہ راست بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتی ہے وہ ان کے دلوں کو چھولیتا ہے ایک اچھا معلم وہ ہوتا ہے وہ اسلام کے مطابق بچوں کی تربیت کرے۔ اسلام کے نزدیک معیاری تعلیم وہ ہے جس کے نتیجے میں انسان خودشناسی اور خدا شناسی سے ہمکنار ہو ورنہ تعلیم اس کے اور کوئی تبدیلی نہیں آسکے گی۔ وہ ایک اچھا ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، سائنس دان یا کچھ بھی بن جائے گا لیکن ایک اچھا انسان معاشرے کا ایک سرگرم کارکن نہیں بن پائے گا اور نہ اس کو آنے والی دنیا میں کامیابی ملے گی۔

علامہ اقبالؒ اپنے نوجوانوں کو شاہین پرندے سے تعبیر کرتے تھے جو عیش و آرام کی بجائے پہاڑوں کی چوٹیوں پر زندگی گزارتا ہے۔ جو مردہ شکار نہیں کھاتا، اپنا شکار کرکے کھاتا ہے جو ایک باغیرت اور بہادر پرندہ ہے۔

نہیں تیرا نشیمن قیصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

معلم کو چاہئے اپنے طلبہ کو ایسا درس دیں کہ وہ اچھے اور برے میں تمیز کرسکیں۔ دنیا کے نت نئے چیلنجز کا مقابلہ کرسکیں۔ اپنے کردار کو بہتر بنائیں خود شناس اور خدا شناس ہوں تاکہ انہیں دونوں جہانوں میں کامیابی ملے۔

معلم ان کی رہنمائی کرے کہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے اور کس طرح اس امتحان میں کامیابی حاصل کرنی ہے۔ بڑے افسوس کے ساتھ اگر آج ہم اپنے موجودہ نظام پر نظر ڈالیں تو ہمیں ایسی تعلیم کہیں نظر نہیں آتی نہ باوقار اساتذہ اور نہ ہی باثر نصاب بلکہ ہمارا نظام تعلیم مغربی ممالک کی تقلید پر چل نکلا ہے۔

موجودہ نظام میں تعلیم ایک کاروبار کی حیثیت اختیار کرگئی ہے جس نے معلم کے مقام کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ معلم کی شخصیت اب طلبہ کے لیے وہ مقام نہیں رکھتی جو پرانے وقتوں میں رکھتی تھی۔ جہاں خلیفہ ہارون الرشید کے بچے اپنے استادمحترم کے جوتے اٹھانے کے لیے بھاگتے تھے۔

آج بیشتر معلم، تعلیمی، اخلاقی، روحانی لحاظ سے کہیں سے بھی ایسا دکھائی نہیں دیتا۔ ڈگریوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے معاشرے کی معاشی بھیڑ چال کے ساتھ چل رہا ہے جنہوں نے حق کی تعلیم دینی تھی وہ خود موجودہ دور کے پیروکار بن گئے ہیں اور اچھے اور برے کی تمیز، خودشناسی اور خداشناسی سکھانے کے بجائے معاشرے کے کارخانوں کے آلہ کار بنارہے ہیں۔

اپنا حق نہ ادا کیا تو یہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کرسکے گا بلکہ اسی طرح یہاں کرپٹ، بے ایمان، معاشرتی استحصال کرنے والے، ماؤں اور بہنوں کی عزتوں کو پامال کرنے والے ہی لوگ تیار ہوتے رہیں گے اور معلم روز قیامت اللہ کے حضور جواب دہ ہوگا کہ اور اللہ ان سے سوال کرے گا۔ وارث بنایا تھا تو کیا تم نے وہ فرائض پورے کیے؟ تو معلمین کیا جواب دیں گے۔

اللہ پاک ہم سب کو آقا دو جہاںﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے والا اور دینے والا بنائے۔ آمین ☆☆☆☆

آثارِ قلم

ذکر الٰہی اطمینان قلب کا ذریعہ

محبت الٰہی کی پہلی علامت ذکر الٰہی کی کثرت ہے

ذکر الٰہی کا ایک تقاضا تبتیل فی الذکر ہے

ماریہ عروج

کتاب کا عنوان:

زیر مطالعہ کتاب کا عنوان ذکر الٰہی ہے۔ تعلیمات تصوف و طریقت میں صفائے قلب و باطن کے لیے ذکر الٰہی پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ آج بھی باعمل خانوادوں کے ہاں حلقہ ہائے ذکر اسی طرح اہتمام سے قائم ہوتے ہیں کیونکہ دنیائے محبت کا یہ عام قاعدہ ہے کہ جس شے سے محبت ہو اسے اٹھتے بیٹھتے یاد کیا جاتا ہے۔ ذکر ایک اکسیر روحانی نسخہ ہے جو لوح دل کو صاف کرکے اس پر اسم جلالت کا طغرہ سجا سکتا ہے۔ اس کتاب میں ذکر الٰہی کی اہمیت بیان کرنے کے بعد ذکر کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب اس لحاظ سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں ذکر جیسی خوبصورت عبادت کی اصل حقیقت بیان کی گئی ہے۔ عمومی طور پر جب ذکر کا لفظ بولا جاتا ہے تو ذہن میں تسبیح اور اللہ کے ناموں کے ورد کا تاثر پیدا ہوتا ہے لیکن یہاں ذکر کی حقیقت کھول کر بیان کردی گئی ہے کہ صرف زبان سے اللہ کا نام جپنا ذکر نہیں بلکہ اس کے کچھ تقاضے ہیں جن کا ذکر آئندہ سطور میں کیا جائے گا۔

سبب تالیف:

اس مشینی دور نے انسان کو کسی قدر جسمانی آرام تو دیا ہے لیکن قلب و روح کو بے چینی، اضطراب اور کشمکش سے ہمکنار کردیا ہے۔ ہر سمت نفسانفسی کا عالم ہے۔ ہر فرد نفسانی خواہشات کا خوگر اور ہر طبقہ انسانیت کو مادہ پرستی کی دوڑ میں سبقت لے جانے کی فکر دامن گیر ہے۔ ذکر و فکر، آہ سحر گہی اور حلقہ ہائے ذکر کی گرمی سے ہمارے نام نہاد اسلامی معاشرے قطعاً ناآشنا ہیں آج مکتب و مسجد سے لے کر اکثر خانقاہوں تک کی فضائیں باہمی مناقشات اور مسلکی اختلافات کے مضرت رساں ماحول سے مکدر ہیں۔ جہاں سے ذکر الٰہی کی صدائیں بلند ہوا کرتی تھیں وہاں حسن و نغمگی اور محافل رقص و سرور کے نئے یورپی راگ مقبول ہوچکے ہیں۔ تہذیب نوی کی ان ستم ظریفیوں نے مسلمانوں کی انفرادی، قومی اور ملی زندگی کی جملہ جہات بدل کر رکھ دی ہیں۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا جب تک افراد ملت اپنا تعلق بندگی اللہ تعالیٰ سے نہ جوڑ لیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ملت اسلامیہ کا اللہ سے تعلق مضبوط کرنے کے لیے کئی خطابات کئے اور ان کی یہ کتاب اسی کاوش کی ایک کڑی ہے۔

دائرہ کار/ اہم نقاط:

۱۔ قرآن و حدیث میں ذکر الٰہی کی تلقین
۲۔ ذکر کی دو صورتیں ہیں: ذکر لسانی اور ذکر قلبی
۳۔ محبت الٰہی کی پہلی علامت ذکر الٰہی کی کثرت ہے۔
۴۔ ذاکر دل کبھی غفلت کا شکار نہیں ہوتے۔
۵۔ ذکر الٰہی سے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔
۶۔ ذکر الٰہی کا ایک تقاضا تبتیل فی الذکر ہے۔
۷۔ مقام تبتیل میں کاملیت مشاہدہ کا ذریعہ بنتی ہے۔

۸۔ مقام مشاہدہ سے گزر کر مقام فنائیت نصیب ہوتا ہے۔

کتاب کا خلاصہ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی ایک بنیادی شرط بیان فرماتے ہوئے ارشادفرمایا:

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. (البقرہ،۲:۱۶۵)

''اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (ہر ایک سے بڑھ کر) اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہیں''۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اللہ کے ساتھ مومن کی بے پناہ محبت کا ہونا ضروری ہے اور محبت الٰہی کے تقاضوں میں پہلا تقاضا اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر ہے۔قرآن مجید میں ذکر کی تلقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا.

''اور آپ اپنے رب کے نام کا ذِکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اُسی کے ہو رہیں''۔ (المزمل،۷۳:۸)

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی کثرت ذکر کی ترغیب دی گئی ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:

''بہترین عمل یہ ہے کہ (تو جب) دنیا کو (بوقت وصال) چھوڑے تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو''۔ (مسند احمد بن حنبل)

ذکر الٰہی کے تقاضوں میں سے پہلا تقاضا ذکر کی کثرت ہے۔ بندے کا اپنے محبوب حقیقی سے محبت کا تعلق اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک وہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے اور سوتے جاگتے کروٹ کروٹ اور قدم قدم پر اللہ کا ذکرنہیں کرتا۔صرف ہر وقت زبان سے اللہ اللہ کا ورد کرنا ہی ذکر میں شمارنہیں ہوتا بلکہ وہ سب معاملات جو اخلاص وتقویٰ پرمبنی ہوں اور درست ہوں ان کے متعلق بات کرنا بالواسطہ اللہ کا ذکر کرنا ہی ہے۔گویا نیکی کی تلقین کرنا، جائز، حلال اور پاکیزہ کاموں کا حکم دینا، زہد و ورع اورتقویٰ وطہارت کی بات کرنا ذکرالٰہی ہے۔

جب اللہ کا بندہ زبان سے اپنے رب کا ذکر کرتا ہے تو اس کے اثرات براہ راست اس کے تمام جسمانی اعضاء پر ہوتے ہیں۔ بالخصوص قلب انسانی میں محبوب کی یاد گھر کرلیتی ہے۔جس طرح زبان ہمہ وقت محبوب کا ذکر کرتی ہے اور اس کے ذکر سے غافل نہیں ہوتی اسی طرح قلب انسانی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ محبوب کی یاد میں ہمہ وقت محو رہے اور جب دل یاد الٰہی میں مشغول ہوتو وہ کسی حالت میں غفلت کا شکارنہیں ہوتا۔

جب اس بندے کی کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ اس کا دل کبھی غفلت کا شکارنہیں ہوتا تو اس سے اگلا مرحلہ یہ آتا ہے کہ اس کومحبوب کا نام جپنے سے بھی تسکین ملتی ہے اور اسکا ذکر سننے میں بھی راحت ملتی ہے۔ جب وہ پوری توجہ سے اپنے رب کو پکارتا ہے تو اسے یقیناً کیف و سرور اور لذت وطمانیت کی دولت ملتی ہے۔اس کی اگلی منزل تبتیل فی الذکر ہے۔تبتیل سے مراد ہے دنیا کی ہر چیز سے کٹ کرصرف اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اسی کو پکارنا۔ذاکرکو جب یہ مقام مل جاتا ہےتو وہ قربت کی تمام منازل بڑی آسانی سے طے کرلیتا ہے۔انسان جب محبت میں اس قدر غرق ہوجاتا ہے کہ اس پر ہر وقت اللہ کی یاد غالب رہتی ہے تو اس کے نتیجے میں اسے اگلا مقام مشاہدے کا ملتا ہے۔مشاہدے کے حوالے سے ذاکرین کی دو اقسام ہیں۔ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو ذکر کرتے ہیں لیکن بوجوہ ان کی آنکھوں پر پردے پڑے رہتے ہیں، انہیں کچھ نظرنہیں آتا جبکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی نگاہوں سے پردے اٹھادیئے جاتے ہیں اور انہیں حسنِ یار کے صفاتی جلووں کا نظارہ نصیب ہوتا ہے۔

آداب ذکر کا آخری مرحلہ نسیان ہے اس مرحلے کو مقام فنائیت بھی کہتے ہیں۔مقام فنا ذکر کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ ذکرکرتے کرتے جب اللہ کے سوا ہر شے کا نسیان ہوجائے اور یہ نسیان بڑھتے بڑھتے مقام فنا تک پہنچ جائے تو ذاکر اپنی ہستی کو فنا کردیتا ہے پھر اس کو اپنا خیال بھی نہیں رہتا۔ یہ مقام صرف اہل اللہ اور اہل ذکرومحبت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جسے بھی محبوب کے ساتھ گہراتعلق ہوگا۔اسے یہ مقام نصیب ہوتا ہے۔

زیرنظر کتاب ذکر الٰہی اس لحاظ سے اپنے موضوع پر منفرد اور نادر کتاب ہے کہ اس میں ذکر کی فرضیت و اہمیت پرعمومی اور روایتی انداز سے گفتگو کی بجائے درجہ بدرجہ ان مراحل و کیفیات کا ذکر ہے جو ہر ذاکر کومنزل مقصود تک پانے میں پیش آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام آداب ذکر سے روشناس کروائے اور اپنی محبت میں نسیان کامل عطا فرما کر دنیا و مافیہا کے تفکرات سے آزاد کرے کہ یہی اصل عبادت اور روح بندگی ہے۔ ☆☆☆

الهدایہ کارنر

سب سے پہلے نازل ہونے والی سورۃ البقرہ کی فضیلت

شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جہاں سورۃ البقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے

حدیث مبارکہ ہے ''جو شخص رات کو سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے گا وہ اس کو کافی ہوں گی''

اقراء مبین

سورۃ بقرہ قرآن مجید کی سب سے طویل سورت ہے جو مدنی سورت ہے۔ علامہ واحدی نیشا پوری نے لکھا ہے جس کو عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں جو سورت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ سورۃ بقرہ ہے۔ سورۃ بقرہ کی 286 آیات، چھ ہزار اسی کلمات اور پچیس ہزار پانچ سو حروف ہیں۔ (اسباب نزول، ص11)

حضور نبی اکرمﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہ سورۃ نازل ہوئی۔ یہاں کے لوگ اسلام کے مخالف تھے اور مکہ کے باشندوں سے مذہبی، ذہنی اور عمرانی اعتبار سے مختلف تھے۔

یثرب کے اصلی باشندے گو کہ انصار تھے لیکن قوت و اقتدار یہود کے ہاتھ میں تھا اور انصار مذہبی اور ذہنی طور پر یہود سے بہت متاثر تھے۔ یہود کیونکہ اہل کتاب تھے اس لیے وحی، رسالت، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ پر ان کا ایمان تھا مگر بدقسمتی سے وہ اپنی قومی برتری کے نشہ میں اس حد تک مست تھے کہ وہ یہ تصور ہی نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے علاوہ نبوت کسی اور کو بھی عطا کی جاسکتی ہے۔ عملی اعتبار سے ان کی پستی کی یہ حالت تھی کہ وہ دنیاوی فائدے کے لیے تورات کی واضح آیتوں کا انکار بلکہ ان میں تحریف کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہ کرتے۔ ان حالات جب رحمت دو عالمﷺ نے مدینہ میں تشریف لائے اور یہود و انصار کو اسلام کی دعوت دی۔

یہود تلملا اٹھے انہیں اپنی عظمت وجلال کے محلات مسمار ہوتے دکھائی دینے لگے۔ ایک نئے رسول کی دعوت کو یہود کیسے قبول کر سکتے تھے؟ ان کے سامنے تو رکاوٹوں کے کئی پہاڑ تھے۔

اب قرآن کا کام یہ تھا کہ ان رکاوٹوں کو دور کرے اور ان فلک بوس چوٹیوں کو پیوند خاک کرے اس لیے مدینہ طیبہ میں جو پہلی سورۃ نازل ہوئی اس کے کئی رکوع یہود کی اصلاح کے لیے وقف ہیں۔

امام نووی بیان کرتے ہیں۔ سورہ بقرہ کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں نواس بن سلیمان کلابیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن مجید اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا، ان کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہوں گی، رسول اللہﷺ نے ان سورتوں کی تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں آج تک نہیں بھولا، فرمایا وہ ایسی ہیں جیسے وہ بادل ہوں یا دو سیاہ سائبان ہوں جن کے درمیان نور ہو، یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو قطاریں ہوں وہ سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی وکالت اور حمایت کریں گی۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جو بادل، سائبان یا پرندوں کی قطاروں کی طرح ہوں گی اور قرآن پڑھنے والوں اور قرآن پر عمل کرنے والوں پر سایہ کریں گی۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابومسعودؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: جو شخص رات کو سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے گا وہ اس کو کافی ہوں گی۔ (صحیح مسلم، ج۱، ص ۲۷۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (سنن نسائی)

☆☆☆☆☆

راہ نوردِ شوق

استاد بچے کو آسمان پر اڑنا سکھاتا ہے

استاد گفتار، کردار میں بچے کیلئے رول ماڈل ہونا چاہیے

انٹرویو پینل
ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ
نازیہ عبدالستار

معروف ماہرِ تعلیم ڈاکٹر تسنیم اختر سے خصوصی گفتگو

استاد ایک ایسی شخصیت ہے جو اپنی ذات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے طلباء کی کردار سازی میں اہم اور نمایاں راہِ عمل معین کرنے کی حامل ہے۔ اپنے تجربات، تحقیق اور علم کی روشنی میں طلباء کی زندگی میں انقلاب پیدا کرتی ہے۔ دختران اسلام کی ٹیم نے عالمی ٹیچر ڈے کی مناسبت سے ایک ایسی ہی شخصیت محترمہ ڈاکٹر تسنیم اختر جو تقریباً 30 سال سے تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہیں ان کا خصوصی انٹرویو کیا جو نذر قارئین کیا جارہا ہے۔

اپنی ابتدائی تعلیمی حالات کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ ان کا تعلیمی کیریئر ناقابل بیان ہے۔ انہوں نے اپنی تمام تر تعلیم پرائیویٹ حاصل کی۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کی انگلش کی کتاب میں ایک نظم تھی۔ جس میں ایک لفظ Enough تھا جس کی ادائیگی کے لیے ہر پڑھے لکھے انسان کے پاس گئی لیکن اس کا جواب نہ ملا پھر انہوں نے ٹھان لی کہ میں نے ضرور پڑھنا ہے انہوں نے میٹرک کا امتحان پرائیویٹ پاس کیا پھر F.A اور BA کے امتحانات بھی پرائیویٹ دیئے۔ اس کے بعد ان کی شادی ہوگئی۔ ایک روز ان کے والد صاحب کے دوست نے بتایا کہ بینک میں آسامی ہے اگر کسی نے B.A کیا ہو تو بھیج دیں کیونکہ میں نے BA پاس کیا تھا تو میری بینک میں جاب ہوگئی۔ اس دوران میں نے خود سے پڑھ کر پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے اردو میں اول پوزیشن حاصل کرلی جیسے ہی پبلک سروس کمیشن کی آسامیاں آئیں تو میں نے بھی امتحان دیا اور فوری کچھ عرصے بعد ڈائریکٹ گریڈ 18 اور گریڈ19 میں ترقی حاصل کی۔ اللہ کی توفیق، عزم مصمم اور انتھک محنت سے ہر میدان میں کامیاب رہی۔

طلباء کی شخصیت میں استاد کا کردار کے حوالے سے اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ

والدین بچے کو اس دنیا میں لے کر آتے ہیں لیکن استاد طالب علم کو آسمان کی بلندی پر اڑنا سکھاتے ہیں۔ ان کی روح کی نشوونما کرتے ہیں۔ انہیں نیکی و بدی میں فرق کرنا سکھاتے ہیں، چھوٹے اور بڑے کی تمیز سکھاتے ہیں۔ دل و دماغ کو روشن کرتے ہیں۔ طلباء کو اچھے اخلاق اور مضبوط قوت ارادی کا مالک بناتے ہیں۔ طلباء کی شخصیت سازی میں استاد کا نہایت اہم کردار ہے۔ استاد ایک قوم کو پروان چڑھاتے ہیں۔ اس کا کام محض کتب رٹوانا نہیں بلکہ طلباء کے اندر علم کو اتارنا ہوتا ہے تاکہ ان کے من کی دنیا روشن ہوجائے، اس کی روشنی میں پورا عالم فیض یاب ہو اس لیے استاد کو طلباء کے لیے رول ماڈل بننا چاہئے۔ ان کے اٹھنے بیٹھنے، چال، ڈھال، کردار و گفتار بلکہ استاد کی ہر ہر ادا سے طالب علم کو سیکھنے کو ملے۔ استاد کو انتھک محنت کا عادی ہونا چاہئے تاکہ طلباء کی رگ میں محنت سما جائے۔ طلباء کو

علم کا مقصد سمجھانا چاہئے کہ علم اس لیے حاصل کریں کہ صرف اللہ اور اس کے رسولﷺ کی رضا حاصل ہو۔ جب اس نیت سے علم حاصل کریں گے تو دنیا و آخرت کی کامیابیاں سمیٹیں گے۔

انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پبلک سروس کمیشن میں استاد کی شخصیت کے حوالے سے نمبرز ہونے چاہئیں کہ استاد کو ان خوبیوں کا متحمل ہونا چاہئے کیونکہ ایک نسل اس کے ہاتھوں پروان چڑھتی ہے اور مہذب معاشرہ بنانے میں استاد کا بہت اہم کردار ہے لہذا مخلص وفا شعار، محنتی لوگوں کا انتخاب بطور معلم ہونا چاہئے۔

عصر حاضر میں استاد کے ادب و احترام پر بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نیک، صالح، صاحب تقویٰ اور ماہر استاد کا احترام کبھی کم نہیں ہوتا بلکہ ہر لمحہ اس کی عزت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے جو خود صاحب علم ہے اور اپنے علم سے دوسروں کو منور کرتا ہے۔ اس کی اہمیت کبھی کم نہیں ہوتی لیکن جو خود ماہر نہیں ہوتے ان کو طلباء میں پذیرائی نہیں ملتی۔ میرا خیال ہے صاحب علم و ہنر کا احترام تا قیامت کم نہیں ہوسکتا اور جن اساتذہ کا ادب کم ہورہا ہے ان میں وہ استاد شامل ہیں جو اپنے پیشے کا حق ادا نہیں کرتے اور اپنے علم میں ماہر نہیں۔ آج سوشل میڈیا کا دور ہے۔ نت نئی ریسرچ منظر عام پر آرہی ہے اگر استاد کا علم طالب علم سے زیادہ نہ ہو تو طلباء اسباق میں عدم دلچسپی لیتے ہیں۔ لہذا استاد کو محنتی، خوش اخلاق، چست اور ہر نئی ریسرچ سے باخبر ہونا چاہئے۔

طلباء میں بڑھتے ہوئے عدم برداشت کے رجحان پر بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ

طلباء میں یہ رویہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ نہ صرف لڑکے بلکہ لڑکیوں میں بھی عدم برداشت کا رویہ بڑھ رہا ہے۔ ذرا سی سختی پر فوری غصے میں آجاتے ہیں یہاں ضرورت ہے کہ طلباء میں برداشت کی تربیت سکول سے ہی ہونی چاہئے۔ اچھی تعلیم یافتہ سکول ٹیچر متعین کرنی چاہئے جو بچپن میں ہی طلباء کو صبر کی خصوصی تعلیم دیں کہ اگر کوئی بڑا آپ کی بہتری کی بات کرے تو غصہ میں نہیں آنا۔ اس سلسلہ میں اپنی زندگی کی مثال بیان کروں گی کہ میں جب سمن آباد کالج میں پرنسپل تھی کہ تقریباً سات ہزار طالبات اور 250 سٹاف میرے ساتھ کام کرتا تھا لیکن کوئی ایک شخص بھی میرے خلاف نہیں تھا۔ سب میری عزت کرتے تھے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جب کسی کو حتی کہ مالی کو بھی غصہ آگیا تو میں اس وقت چپ ہوجاتی تھی لیکن بعد ازاں بلاکر سمجھاتی کہ آپ نے یہاں غلطی کی ہے۔ وہ سمجھ جاتے۔ قوت برداشت سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ جب میں کالج میں پرنسپل مقرر ہوئی اس وقت درختوں کے نیچے کلاسز ہوتی تھیں پھر میں نے عزم مصمم سے کالج کی بلڈنگ بنوائی، ہال بنوائے، کالج کے میدان بنوائے گرل گائیڈ مقرر کی۔ جس سے کالج میں ہر وقت پھول کھلے رہتے تھے۔ اساتذہ، طلباء، مالی، نوکر چاکر سب مجھ سے بہت خوش تھے اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ مجھے ہر کام آتا تھا۔ اگر کسی کو سمجھ نہ آتی تو میں ان کو کرکے دکھادیتی تھی۔ یہاں تک کہ میں طالبات کو تھائی لینڈ کیمپ پر لے کر گئی۔ ان سارے کام کے ساتھ میں Ph.D بھی کررہی تھی۔ بچوں کو بھی سنبھالتی تھی۔ میں نے کالج کو اپنی ذمہ داری سمجھا اور ایک ٹیم ورک کے طور پر کام کیا تو ہر کوئی خوشی سے میرا ساتھ دیتا اب میں ریٹائرڈ ہوچکی ہوں لیکن بڑی مطمئن اور خوبصورت زندگی بسر کررہی ہوں۔ اس کی بنیادی وجہ برداشت اور عزم مصمم یہ دونوں چیزیں انسان کو زندگی میں بہت آگے لے جاتی ہیں۔ یہی دونوں چیزیں سکول سے ہی طلباء کی زندگی میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔

آخر میں انہوں نے اپنے قارئین کو پیغام دیا کہ

اگر طلباء، محنت اور لگن اور تن دہی کے ساتھ علم حاصل کرتے ہیں تو کامیابی ضرور ان کے قدم چومتی ہے۔ اللہ رب العزت اس کی محنت کو کبھی رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ لہذا اپنی زندگی کا مقصد اولین بنائیں کہ اس ملک و قوم کی خدمت کرنی ہے، انسانیت کی خدمت کرنی ہے پھر اس پر خوش اخلاقی اور اخلاص کے ساتھ ڈٹ جائیں تو منزل کو ضرور پالیں گے۔

☆☆☆☆☆

منقبت کی شرعی حیثیت

منقبت "نقبؒ" سے ھے، نقب کے لغوی معنی تلاش کے ھیں

منہ سے اک بار لگا لیتے جو مولا پانی..........دشت غربت میں نہ یوں ٹھوکریں کھاتا پانی

سمیعہ اسلام

میں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا
گہرا ہے میرے بحرِ خیالات کا پانی

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لحِکْمَۃٌ
بے شک بعض اشعار حکمت ہیں۔
(بخاری ومسلم وترمذی)

حمد و نعت کی مختصر تاریخ پر نظر دوڑانے کے بعد شاعری کی اگلی صنف منقبت کی طرف پیش قدمی کی جارہی ہے۔ جو کہ اردو شاعری کی ایک نہایت اہم صنف ہے جس کو کسی صورت بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

منقبت کی تاریخ:

پیر نصیر الدین نصیر اپنی کتاب ''فیض نسبت'' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ

''یہ روایت عربی، فارسی، اور اردو زبان میں بہت قدیم ہے۔ جس کا تسلسل اسلام کے مختلف ادوار سے گزرتا ہوا ہم تک پہنچا''۔

منقبت "نقب" سے ہے۔ نقب کے لغوی معنی ''تلاش'' کے ہیں یعنی اگر کسی شخصیت کے کردار، فضائل اور خوبیوں کو تلاش کر کے بیان کیا جائے، منقبت کہلاتا ہے اور اگر سخن کے حوالے سے دیکھا جائے تو ان خوبیوں کا منظوم بیان "منقبت" کہلائے گا۔ لیکن یہ لفظ بالخصوص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعریف میں لکھے ہوئے اشعار کو کہا جاتا ہے۔ البتہ صحابہ کرام، آئمہ اکرام اور صوفیاء کی تعریف بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔ مرزا غالب اور علامہ اقبال سمیت بیشتر مشہور شعراء نے منقبت لکھیں ہیں۔ یہ کسی نظم کے حصے کے طور پر یا قصیدے کی شکل میں لکھی جاتی ہے۔

سید الشہداء، آلِ نبیﷺ فرزندِ علی رضی اللہ عنہ، امامِ عالی مقام، حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں عقیدت بھرا سلام کہنا، ان کی منقبت کہنا، شہادتِ حسین کی عظمتوں کو خراجِ تحسین پیش کرنا، مظلومین کربلا کے غم میں مرثیہ نگاری وغیرہم صرف ایک مذہبی موضوع ہی نہیں بلکہ اپنی مقبولیت کے اعتبار سے اردو شاعری میں ایک اہم صنفِ سخن ہے۔ قدیم و جدید اردو شعراء نے بلا تفریق مذہب وملت وعقیدہ، امام عالی مقام کے حضور میں نذرانۂ عقیدت پیش کیے ہیں۔

منقبت کی شرعی حیثیت:

حضور کریمﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بنفس نفیس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت سماعت فرمائی۔ اس لئے اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں۔

مخمس در منقبت حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام:

علی فخرِ بنی آدم، علی سردارِ انس و جاں
علی سرور، علی صفدر، علی شیرِ صفِ میداں
علی ہادی، علی ایماں، علی لطف و علی احساں
علی حکمت، علی شافی، علی دارو، علی درماں
علی جنت، علی نعمت، علی رحمت، علی غفراں
علی واصل، علی فاصل، علی شامل، علی قابل
علی فیض و علی جود و علی بذل و علی باذل
علی نوح و علی کشتی، علی دریا، علی ساحل
علی عالم، علی عادل، علی فاضل، علی کامل
علی افضل، علی مفضل، علی لطف و علی احساں

(میر انیس)

وہ سلطانِ زماں ہیں ان پہ شوکت ناز کرتی ہے:

مفتی محمد اختر ضا خان نے کچھ ان الفاظ میں امام عالی مقام کی منقبت بیان کی ہے جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

شجاعت ناز کرتی ہے جلالت ناز کرتی ہے
وہ سلطانِ زماں ہیں ان پہ شوکت ناز کرتی ہے
صداقت ناز کرتی ہے امانت ناز کرتی ہے
حمیت ناز کرتی ہے مروت ناز کرتی ہے
شہ خوباں پہ ہر خوبی و خصلت ناز کرتی ہے
خدا کے فضل سے اختر میں ان کا نام لیوا ہوں
میں ہوں قسمت پہ نازاں مجھ پہ قسمت ناز کرتی ہے

(مفتی محمد اختر رضا خان)

نہ صرف حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ بلکہ آپ کے گھرانے کے طاہر و مطہر افراد کی شان میں بھی منقبت کہی گئی ۔جس کی زندہ و جاوید مثال ذیل میں درج منقبت سے پیش کی جاسکتی ہے۔

میں تو پنجتن کا غلام ہوں:

ڈاکٹر یوسف قمر کی مشہورِ زمانہ منقبت ملاحظہ ہو:

میں تو پنجتن کا غلام ہوں
میں غلام ابن غلام ہوں
مجھے عشق ہے تو خدا سے ہے
مجھے عشق ہے تو رسول سے
یہ کرم ہے زہرہ بتول کا
میرے منہ سے آئے مہک سدا
جو میں نام لوں تیرا جھوم کے

منقبت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا:

مہر سپہر عزّ و شرافت ہے فاطمہ
شرحِ کتاب عِصمت و عِفّت ہے فاطمہ
مفتاحِ باب گلشن جنت ہے فاطمہ
نورِ خدا و آیہ رحمت ہے فاطمہ
رُتبے میں وہ زنانِ دو عالم کا فخر ہے
حوا کا افتخار ہے مریم کا فخر ہے

منقبت بخدمت حضرت امام حسینؓ:

منہ سے اک بار لگا لیتے جو مولا پانی
دشت غربت میں نہ یوں ٹھوکریں کھاتا پانی

کون کہتا ہے کہ پانی کو ترستے تھے حسینؓ
ان کے ہونٹوں کو ترستا رہا پیاسا پانی

ظرف یہ حضرت عباسؓ کا دیکھے کوئی
نہر قدموں میں تھی اور منہ سے نہ مانگا

گرچہ بے درد نے پیاسا ہی کیا ذبح انہیں
صابروں کی مگر آنکھوں میں نہ آیا پانی

(پروفیسر فیاض احمد کاوش وارثی)

☆☆☆☆☆

PROPHET STORIES

ہادیہ خان

ایک مرتبہ ایک غریب شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں انگور کا گچھا تحفہ کے طور پر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے پہلے ایک انگور کھایا، پھر دوسرا، تیسرا یہاں تک کہ سارا گچھا آپ ﷺ خود کھا گئے اور موجود لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ غریب آدمی بہت زیادہ خوش ہوا اور وہاں سے واپس چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد صحابہ کرامؓ میں سے ایک صحابی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کیا ماجرہ ہے کہ آپ ﷺ نے سارے انگور خود کھالیے اور ہم میں سے کسی سے نہیں پوچھا؟ آپ ﷺ مسکرادیئے کہ میں نے سارے انگور اکیلے اس لیے کھالیے کہ وہ سب کھٹے تھے۔ اگر میں تم میں سے کسی کو دیتا تو ہوسکتا ہے تم بری شکلیں بناتے اور اس سے اس غریب شخص کی دل آزاری ہوتی۔ اس لیے میں نے سوچا کہ میں تمام انگور خود خوشی خوشی کھالوں کہ وہ غریب شخص خوش ہوجائے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ دکھی ہو۔

پیارے بچو! اس واقعہ میں ہم اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی نرم دلی اور شفقت کی عظیم مثال دیکھتے ہیں۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کی خوشی کی خاطر ایسی قربانیاں دیا کریں۔

علم میں اضافے کی دعا

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

''اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما''۔

حدیث

قال رسول اللہ ﷺ: خیرکم من تعلم القرآن وعلمه. (صحیح بخاری)

''حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھتا اور پڑھاتا ہے''۔

Kind Kids Are...

C	T	E	F	U	N	P	G
Y	R	W	A	A	N	B	R
C	L	O	I	W	J	K	A
I	Y	U	R	G	H	F	T
N	Q	Y	P	P	A	H	E
Y	L	D	N	E	I	R	F
D	L	G	A	L	Y	S	U
G	H	E	L	P	F	U	L
N	O	I	L	N	N	A	S
I	N	C	V	E	I	E	B
V	E	C	I	I	C	S	T
I	S	R	A	R	E	P	P
G	T	G	N	I	R	A	C

HAPPY
GIVING
CARING
HONEST
HELPFUL
NICE
FAIR
GRATEFUL
FRIENDLY
FUN

Quaid's message

طلباء سے میری نصیحت ہے جب بھی مطالعہ کریں باوضو ہو کر کمال دلچسپی سے کریں۔ جب علم حاصل کریں تو مقصد علم میں کمال تک جانا ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنا ہو

فقہ النساء

تقویٰ بہترین لباس ہے

تعلیم، روحانیت کے فروغ میں خواتین مساوی کردار کی حامل ہیں

اسلام نے عورت اور مرد کو برابر حقوق عطاء کیے ہیں

لبنیٰ مشتاق

عصر حاضر میں حجاب کا رجحان جہاں دن بدن فروغ پا رہا ہے وہیں یہ بات بھی مشاہدہ میں آرہی ہے کہ حجاب کے نت نئے انداز میں مقصدیت کا فقدان ہے۔ اسلام نے عورت اور مرد کو برابر حقوق عطا کیے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں کہیں پر بھی خواتین کی حق تلفی نہیں کی گئی بلکہ یہ کہنا حق بجانب ہے کہ اسلام وہ واحد دین ہے جس نے عورت کی حقیقی حیثیت واضح کی لیکن ان تمام حقوق کی فراہمی کے ساتھ کچھ حدود و قیود بھی معین اسلام نے متعین نہیں کیں تاکہ معاشرہ میں برائیوں کو پنپنے سے روکا جا سکے ان احکام میں سے ایک حکم حجاب کا ہے۔

قرآن میں حجاب سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. (الاحزاب، ۳۳: ۵۹)

’’اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں‘‘۔

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں جلباب اس کھلی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا جسم ڈھک جائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پردہ میں کون سے اعضاء کو ڈھانپنا شامل ہے؟

شریعت میں پردہ سے مراد ہاتھ، منہ اور پاؤں کے علاوہ سارے جسم کو ڈھانپنا لازم ہے حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس باریک دوپٹہ اوڑھے حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا جب عورت بالغ ہوجائے اس کے جائز نہیں کہ اس اعضاء کے علاوہ کچھ نظر آئے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ، پاؤں اور منہ کی طرف اشارہ کیا۔ (ابوداؤد)

آیت پردہ حضرت عمر رضی اللہ کی خواہش پر نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا تین باتیں میں نے کہیں جن کے مطابق اللہ نے احکام نازل کیے میں نے کہا یا رسول اللہ ہر کوئی گھر میں آتا ہے۔ آپ ﷺ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم دیں۔ اس پر پردہ کے احکام نازل ہوئے۔ (بخاری، کتاب التفسیر البقرہ، ج:۲)

جہاں تک فیشن کا تعلق ہے تو شریعت محمدی ﷺ اس سے منع نہیں کرتی لیکن حکم دیتی ہے کہ حدود کے اندر رہ کر کیا جائے۔ شریعت نے جو حدود مقرر کی ہیں اس میں نبی نوع انسان کا ہی فائدہ ہے پردہ سے متعلق ایک اور سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ کیا پردہ عورت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟

دراصل دور حاضر میں پردہ عورت کی ترقی و کامیابی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے اور نہ اس چیز کا پابند کرتا ہے کہ وہ گھر میں محصور ہوکر رہ جائے۔

اسلام ایک جامع نظام حیات ہے اور یہ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق اگر دور نبویﷺ کا جائزہ لیا جائے تو عہد نبویﷺ میں عورتوں کے لئے ایک دن مختص ہوتا جس میں وہ آپﷺ سے شریعت کے احکام سیکھتی تھیں۔ غزوات کے دوران صحابیات زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ حضرت ام عمارہ کی شجاعت و بہادری سے کون واقف نہیں کس طرح وہ حضورﷺ کے دفاع پر ڈٹی رہیں۔

حضرت عائشہؓ سے 2200 سے زیادہ مرویات تھیں۔ صحابیات کے بعد تابعات میں عمرہ بنت عبدالرحمٰن، ام علی تقیہؒ، ام محمد زینبؒ، خلدیہ بنت جعفرؒ الغرض ایک طویل فہرست ہے، امام عسقلانی کہتے ہیں امام بخاری کی اسانید میں ان کی شیخ خواتین ہیں۔ ابوداؤد اور ترمذی میں خاتون شیخ سے سندیں لی ہیں۔ حضرت نفیسہ مصر میں محدثہ تھیں۔ امام شافعیؒ دیوار کے ساتھ کھڑے ہوکر درس حدیث کے نوٹس لیتے تھے۔ اور ہزاروں مرد علماء، محدثین، فقہاء کئی محدثہ خواتین کی مجالس میں شریک ہوکر علم حاصل کرتے۔ 80 خواتین امام ابن عساکر کی استاد ہیں جن سے یونیورسٹیز آباد تھیں۔ خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بعنوان ارکان حج کی تشکیل و تکمیل بھی خاتون کی مرہون منت ہے۔ اسلام کی تحریک حضور نبی اکرمﷺ کے دور میں برابری کے تصور سے شروع ہوئی تھی۔ خواتین اسلام کے کلچر، تعلیم، سائنسی ایجادات اور روحانیت کوفروغ دینے میں برابر حصہ لیتی تھیں۔

سیدہ عائشہؓ 8 ہزار صحابہ کرامؓ کو اسلام کی تعلیمات دیتی لیکن پردہ میں رہ کر سکھاتی تھیں۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے دفاتر قائم کئے۔ خواتین ان کی انچارج تھیں وہ رپورٹ دیتی تھیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے دور میں خواتین پارلیمنٹ کی رکن تھیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے مہر کی حد مقرر کرنا چاہی تو پارلیمنٹ میں موجود عورت نے اٹھ کر کہا اے عمر! جب اللہ نے مہر کی حدود مقرر نہیں کی تو آپ کون ہوتے ہیں جو حد مقرر کریں؟ اس پر اس عورت نے قرآن کی آیت پڑھی۔

اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا.

’’اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو‘‘۔ (النساء، ۴:۲۰)

اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے کہا۔ عورت نے صحیح کہا۔ عمر نے خطا کھائی۔

حضرت ام کلثوم بنت علیؓ، سیدنا عثمان غنیؓ کے دور حکومت میں روم کی سفیر مقرر ہوئیں تھیں۔

الغرض بے شمار مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ پردہ عورت کی ترقی میں حائل نہیں بلکہ مددگار ہے۔ عہد نبویﷺ اور صحابہ کے دور میں اسلام کی حدود دور دراز علاقوں تک پھیل گئیں لیکن مسلمان عورتوں نے تمام تر ترقی اسلام کی پردہ کے اندر رہ کر کی اس سے ثابت ہوا کہ آج کی عورت کی خام خیالی ہے کہ پردہ عورت کی ترقی میں حائل ہے۔ دوسری اہم بات اسلام مخصوص لباس کو ہی پردہ قرار نہیں دیتا نہ ہی اس کا کوئی ڈریس۔

درج بالا اقتباس دینے کا مقصد ایک طرف اس سوچ کی نفی کرتا ہے کہ اسلام عورت کے حوالے سے تنگ نظر احکامات رکھتا ہے تو دوسری طرف اس سوچ کی ترغیب دینا بھی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں قائم کردہ حدود و قیود عورت کی حفاظت کے لیے ہیں ان کے فوائد بے شمار ہیں مگر نقصان کوئی بھی نہیں ہے۔ عصر حاضر میں پردہ میں نت نئے فیشن متعارف ہورہے ہیں مگر کوئی بھی انداز اپنانے سے قبل ہمیں یہ دیکھ لینا چاہئے کہ کیا اس سے پردے کا مقصد پورا ہورہا ہے یا نہیں۔

☆☆☆☆☆

گلدستہ

شک سکون برباد کرنے والی بیماری ہے

انسان پہاڑوں سے نہیں چھوٹے چھوٹے پتھروں سے ٹھوکر کھاتا ہے

قوتِ ارادی سے ڈپریشن کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے

مرتبہ
ادیبہ شہزادی

﴿اقوال زریں﴾

بابا فرید گنج شکرؒ نے فرمایا جو خدا کی بندگی کرتا ہے دنیا اس کی خدمت میں لگی رہتی ہے اور جو دنیا کی بندگی کرتا ہے۔ مصیبت میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

آپ نے فرمایا: خوف خدا کے عدل سے ہے اور رجاء اس کے فضل سے ہے۔ پس اس کے دربار میں عزیز ترین آدمی وہ ہے جس میں یہ دونوں چیزیں موجود ہوں۔

انسان کو علم اس لیے حاصل کرنا چاہئے کہ مخلوقِ خدا کو اس سے فائدہ پہنچائے۔

☆ ہمیشہ چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے بچنے کی کوشش کریں کیونکہ انسان پہاڑوں سے نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے پتھروں سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

☆ ہمیشہ زندگی اس طرح بسر کرو کہ دیکھنے والا تمہارے اُوپر افسوس کے بجائے تمہارے صبر پر رشک کرے۔

☆ غلطی ماننے اور گناہ چھوڑنے میں کبھی دیر مت کرو کیونکہ سفر جتنا طویل ہوتا ہے واپسی اتنی ہی دشوار ہوتی ہے۔

☆ جس طرح چھوٹے چھوٹے سوراخ بند کمرے میں سورج طلوع ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتیں انسان کا کردار نمایاں کرتی ہیں۔

☆ دوسروں کا برا چاہنے والا کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔

☆ شک ایسی بیماری ہے جو انسان کا سکون تباہ کردیتی ہے۔

☆ اعتبار اور پیار دو ایسے پرندے ہیں جن میں سے ایک اڑ جائے تو دوسرا خود ہی اڑ جاتا ہے۔

☆ کسی انسان کی نرمی کو اس کی کمزور نہ سمجھو کیونکہ پانی سے نرم کوئی چیز نہیں لیکن اس کی طاقت چٹانوں کو بھی ریزہ ریزہ کردیتی ہے۔ (حفصہ بی بی۔ ایبٹ آباد)

ڈپریشن دور کرنے کے پانچ طریقے

کسی بھی مشکل معاشی و معاشرتی حالات کی وجہ سے یا پھر اچانک نقصان کی صورت میں ڈپریشن ہوجانا فطری بات ہے لیکن انسان کو اپنی قوت ارادی سے ڈپریشن پر قابو پانا ہوتا ہے۔ ذیل میں اس کے پانچ طریقے بیان کئے جارہے ہیں۔

ا۔ بلاوجہ جاگنا ختم کرنا: اگرچہ شدید ڈپریشن میں میں نیند لینا تھوڑا مشکل ہوتا ہے مگر پھر بھی بروقت سونے کی عادت اپنائیں۔ مطلب یہ ہے نیند مکمل ہونی چاہئے۔ تمام کاموں کو ایک طرف رکھ کر رات کو لازمی نیند لیں اور روزانہ کی بنیاد پر اس کی عادت کو اپنائیں۔

۲۔ کھانا کھانے سے نہ بھاگیں: مثبت سوچوں کو اجاگر کرنے اور صحت مند ذہن رکھنے کے لیے مناسب کھانا بہت ضروری ہے۔ بھوک نہ بھی ہو لیکن اپنی روٹین کے مطابق کھانا ضرور کھانا چاہئے۔ اسی سے جسم میں توانائی آتی ہے۔ خاص کر ناشتہ انسانی صحت کے لیے نہایت اہم ہے۔ اس لیے

صحت مند رہنے کے لیے وقت پر غذا کھائیں۔

۳۔ مثبت طرز فکر اپنائیں: لاتعداد فضول سوچوں کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دیں اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وضو کرکے خضوع وخشوع سے نماز ادا کی جائے۔ ادائیگی نماز کے بعد عاجزی وانکساری سے آنسو بہا کر اپنے گناہوں پر شرمسار ہوکر دعا کی جائے۔ اس عمل سے ڈپریشن میں تیزی سے کمی واقع ہوتی ہے۔ تلاوت قرآن اس طرح سے کی جائے کہ آپ اللہ سے ہمکلام ہیں۔ ذکر خفی کیا جائے کیونکہ ذکر الٰہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ کثرت سے درود وسلام پڑھا جائے جو تمام مشکلات کا حل ہے۔

۵۔ مسئلہ کا حل تلاش کریں: جس بات نے آپ کو پریشان کیا ہے اس کو بار بار سوچنے کی بجائے اس کا حل تلاش کریں۔ اپنے اچھے دوستوں سے مشورہ یا مدد مانگنے سے مت ہچکچائیں کیونکہ معاشرہ ایک دوسروں سے تعاون سے چلتا ہے۔ سوچ بچار کرتے ہوئے تمام متوقع حل کو مدنظر رکھیں پھر مناسب حل پر عمل کریں۔ ڈپریشن کا بہترین حل ''عمل'' کرنا ہے نہ کہ پریشانی کو بار بار سوچنا ہے۔

ٹوتھ پیسٹ کے ان گنت فوائد

ٹوتھ پیسٹ جسے صرف دانتوں کی صفائی کے لیے ہی قابل استعمال سمجھا جاتا ہے مگر دانت چمکانے کے ساتھ ساتھ اس کے کئی فوائد بھی ہیں جیسے چاندی اور سلور سے بنی تمام اشیاء کو ٹوتھ پیسٹ لگاکر پالش کرنے اور بعد میں پانی سے دھوکر خشک کرنے سے چمک آجاتی ہے۔ کار کی ہیڈ لائٹ اور دیواروں پر لگے داغ صاف کرنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ کا استعمال بہتر ہے۔ لکڑی سے بنی چیزیں فرنیچر وغیرہ پر پانی کے داغ اس سے صاف ہوجاتے ہیں۔ چمڑے پر لگے سیاہی کے داغ، بال رنگنے کے بعد جلد پر جو داغ پڑ جاتے ہیں انہیں ٹوتھ پیسٹ سے صاف کیا جاسکتا ہے۔ جلے اور کیڑے کے کاٹنے کی جگہ پر ٹوتھ پیسٹ 2 سے 3 مرتبہ لگانے سے درد میں افاقہ ہوجاتا ہے۔ کیل مہاسوں پر رات کو سونے سے پہلے تھوڑی سی ٹوتھ پیسٹ لگائیں مثبت نتائج حاصل ہوں گے۔ استری پر لگے داغ دھبے دور کرنے کے لیے تھوڑی سی ٹوتھ پیسٹ لگاکر صاف کریں تو استری نئی جیسی چمکنے لگے گی۔ ٹیلی فون پر پڑی لائنیں دور کرنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ لگاکر نرم کپڑے سے ملیں تو لائنیں ختم ہوجائیں گی۔ لیدر سے بنے جوتے پیسٹ سے صاف ہوجاتے ہیں۔ کارپٹ پر لگے داغ دھبے ختم کرنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ کا استعمال کریں۔ ہاتھوں سے لہسن اور پیاز کی بو ختم کرنے کے لیے ٹوتھ پیسٹ لگاکر پانی سے دھولیں بو ختم ہوجائے گی۔

آلو پیاز اور ٹماٹر کی سبزی

تیاری کا مکمل وقت	10 منٹ
پکانے کا وقت	25منٹ

اجزاء:

آلو (آدھا کلو) ٹماٹر (ایک پاؤ)

پیاز (ایک پاؤ) تیل (تین کھانے کے چمچ)

لال مرچ کٹی ہوئی (حسب ذائقہ)

سفید زیرہ ثابت (ایک کھانے کا چمچ)

نمک (حسب ذائقہ)

تیار کرنے کی ترکیب:

۱۔ آلو چھیل کر کاٹ لیں ٹماٹر کے گول قتلے کاٹ لیں پیاز کے بھی گول لچھے کاٹ لیں۔

۲۔ بڑے فرائی پین میں تیل گرم کرلیں اب اس میں زیرہ ڈال کر جب زیرہ براؤن ہوجائے پیاز پھیلادیں۔

۳۔ اب اس پر آلو ڈال دیں آخر میں اس پر ٹماٹر کی تہ لگائیں۔

۴۔ اب لال مرچ اور نمک چھڑک دیں ہلکا سا پانی ڈال دیں اور ڈھک کر آلو گلنے تک پکائیں۔

۵۔ اوپر سے ہرا دھنیا چھڑک دیں۔ اسے روٹی، پراٹھے یا پوری کے ساتھ کھائیں۔

☆☆☆☆☆

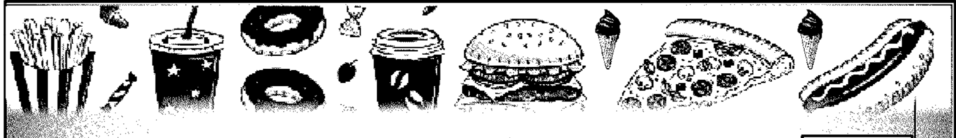

آپ کی صحت

موٹاپے سے نجات کیلئے تھوڑا اور سادہ غذا کھائیں

خواتین میں ذہنی دباؤ کے باعث شوگر، بلڈ پریشر اور موٹاپے کی شرح میں اضافہ ہورہا ہے

وشاء وحید (ماہر غذا LCU)

انسانی جسم ایک گاڑی کی مانند ہے۔ جیسے گاڑی کی کارکردگی پٹرول کی کوالٹی پر منحصر ہوتی ہے اسی طرح انسانی جسم کے لیے خوراک یا غذا پٹرول کا کام کرتی ہے۔ اب یہ ہمارے اپنی ذات سے محبت پر منحصر ہے کہ ہم اپنے آپ کو ایسی خوراک دینا چاہتے ہیں جو ہمیں کھوکھلا کردے ایسی غذا جو زندگی کی گاڑی چلانے میں کارآمد ثابت ہو۔

غذا کے معاملے میں عموماً خواتین لاپرواہی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ گھریلو ذمہ داریاں، بچوں کی پرورش، خاوند کی ذمہ داری میں وہ اپنی ذات کو کہیں بہت دور چھوڑ آتی ہیں اور یہ خیال ان کو اس وقت آتا ہے جب ذیابیطس، کولیسٹرول، موٹاپے اور بلڈ پریشر جیسی بیماریاں ان کے جسم میں گھر کرچکی ہوتی ہیں۔

مذکورہ بیماریاں وہ ہیں جن پر خوراک اور طرز زندگی میں بہتری لانے سے قابو پایا جاسکتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں ہم اکثر ایسی غذا استعمال کررہے ہوتے ہیں جو ہمارے مطابق مضر صحت نہیں ہوتی مگر حقیقت میں وہ ہمارے جسم کے لیے زہر سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتیں۔ دوسری چیز جس کا ہمارے ہاں گھریلو خواتین بالکل خیال نہیں رکھتیں وہ خوراک کی مقدار ہے۔ پیٹ کو ایک وقت میں اتنا بھرلینا کہ کھانا حلق کو آجائے ہمارے ہاں پیمانے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔اس میں نہ صرف انسان بیماریوں کا شکار ہوتا ہے بلکہ طبیعت بھی بوجھل پن کا شکار ہوتی ہے۔ لہذا ہمیں اگر اپنی صحت کو برقرار رکھنا ہے تو سب سے پہلے مذکورہ عادات کو ترک کرنا ہوگا۔

انسانی جسم کچھ کیمیائی مادوں سے مل کر بنا ہے اور زندگی کی گاڑی کو چلانے کے لیے خوراک کے ذریعے وہ کیمیائی مادے فراہم کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ان غذائی مادوں میں سب سے اہم فیٹس، پروٹین اور کاربوہائیڈریٹس ہیں۔ کوئی بھی خوراک لیتے ہوئے ضروری ہے کہ آپ کی خوراک میں یہ تینوں متوازن کے ساتھ موجود ہوں۔ مثال کے طور پر ناشتے میں محض چائے نہیں بلکہ آپ کی ناشتے کی پلیٹ پھل، انڈے، سلائس، دلیہ، پراٹھے اور دودھ پر مشتمل ہو لیکن متواضع مقدار میں۔

خواتین میں یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ وہ اپنے کھانے کے علاوہ، کھانا ضائع ہونے کے ڈر سے خاوند اور بچوں کا چھوڑا ہوا بھی کھا رہی ہوتی ہیں اور اس کو وہ اپنی روزانہ کی خوراک میں شامل نہیں کرتی۔ حالانکہ موٹاپے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

یہ بات خاص طور پر خواتین کے لیے سمجھنے کی ہے کہ ہمارا نظام انہظام (Hormonal System) اور نروس سسٹم مل کر کام کرتے ہیں چونکہ خواتین میں دماغی دباؤ لینے کا زیادہ رجحان دیکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دن بہ دن ان میں

موٹاپے، بلڈ پریشر، شوگر کی شرح میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔

احتیاطی تدابیر

۱۔ روزانہ 15 منٹ واک کو اپنا معمول بنائیں اور جب عادت ہوجائے تو 30 منٹ پر آئیں۔

۲۔ واک کرتے ہوئے بازو آگے پیچھے ہلنے چاہئیں، تیز چلنا ہے اور پسینا آنا چاہئے۔ کوشش کریں واک کے دوران باتوں سے اجتناب کریں۔

۳۔ پانی کھانے سے 30 منٹ پہلے اور کھانے کے ایک گھنٹہ بعد پئیں۔

۴۔ رات کو سونے سے کم از کم 3-2 گھنٹے پہلے کھانا نہ کھائیں۔

غذائی ہدایات:

اگر آپ صحت مند ہیں تو ایک اندازے کے مطابق روزانہ آپ کو 2 گلاس دودھ، کوئی سے 2 موسمی پھل، کھانے کے ساتھ 1 کپ سلاد اور دہی 1/2 کپ لینی چاہئے اس کے علاوہ انڈے کا روزانہ استعمال اور خشک میوہ جات بھی مٹھی بھر لے سکتے ہیں۔

ڈبے والے دودھ، ڈبے میں بند دہی، Tea whitners سے پرہیز کریں ان کی بجائے تازہ دودھ، دہی اور لسی کا استعمال کریں۔

چربی والا گوشت، دل گردے کلیجی، ڈبے میں بند گوشت سے پرہیز کریں۔ اس کی جگہ انڈہ، مچھلی، چکن استعمال کریں چھوٹا گوشت اور بڑا گوشت (بغیر چربی والا) ہفتے میں 1-2 دفعہ استعمال کرسکتے ہیں۔

تازہ پھل اور سبزیاں استعمال کریں اور استعمال سے پہلے اچھی طرح دھولیں۔ ڈبے والی اشیاء سے پرہیز کریں۔

چکی کے پسے ہوئے آٹے کی روٹی کھائیں اور سفید آٹے کی روٹی کی جگہ بران بریڈ استعمال کریں۔ دالیں اور چاول بغیر پالش والے استعمال کریں۔ ایسی روزمرہ غذا میں جو کے دلیے کو شامل کریں آغاز میں ہفتے میں ایک یا دو مرتبہ لیں، جو کا دلیہ نہ صرف آپ کی غذائی ضرورت کو پورا کرتا ہے بلکہ پیٹ کی بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

کھانے کو گھی کے بجائے سرسوں، کنولا یا کارن آئل میں پکائیں۔ (مقدار کم رکھیں)

بیکری کی چیزیں، مشروبات، تلی ہوئی اشیاء اور سفید چینی سے پرہیز کریں۔

اہم اطلاع:

ہر انسان کی غذائی ضروریات عمر، جنس، قد اور وزن اور صحت کے مطابق فرق ہوتی ہیں۔ جو چیزیں صحت کے لیے مفید ہیں ان کی مقدار کا تعین کرنا لازمی ہے۔ ان کی زیادہ مقدار فائدے کے بجائے نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ آپ کی صحت کے لیے التماس ہے کہ خود کا ڈاکٹر بننے سے بہتر ہے ماہرین سے رائے لی جائے۔

وقت کا خیال رکھیں:

کھانے کے وقت کا بھی خاص خیال رکھنا چاہئے۔ ناشتہ صبح 6-7 بجے دوپہر کا کھانا 1 بجے اور رات کو 7-8 بجے کھائیں۔

پورے دن کی غذا کو 6 حصوں میں تقسیم کریں۔

ناشتے، کھانے (دوپہر) اور رات کے کھانے کے علاوہ Snack Time کا بھی خیال رکھیں۔ 10:00 Am کے قریب کوئی 1 موسمی پھل/ بین سیلڈ/ گھر کی بنی دہی پھلکی، آلو چنے 1/2 کپ کے حساب سے لے لیں اور شام 4:00Pm کے قریب بران بریڈ کا سینڈوچ بنالیں اس میں انڈہ/ چکن شامل کریں یا ایک شامی کباب بھی لے سکتے ہیں۔ درج بالا احتیاطی تدابیر اور غذائی ہدایات پر عمل پیرا ہوکر آپ یقیناً ایک صحت مند زندگی گزار سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

زونل نگران محترمہ عائشہ مبشر کا وسطی پنجاب کا ہفت روزہ تنظیمی دورہ

منہاج القرآن ویمن لیگ لاہور کے زیر اہتمام تنظیمی وتربیتی نشستیں

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
OCT-2018
LAHORE
Regd CPL No.45

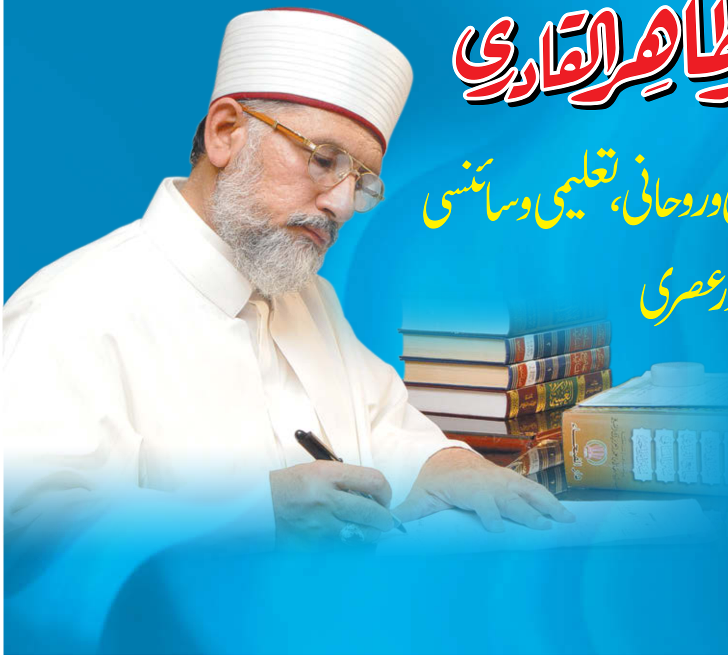

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی
فقہی و قانونی، انقلابی و فکری اور عصری
موضوعات پر 550
سے زائد کتب